عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۵ | ۷ تا ۱۴ محرم الحرام ۱۴۴۸ھ بمطابق ۲۳ تا ۳۰ جون ۲۰۲۶ء | شمارہ: ۲۴

علمائے کرام کی صحبت

ایمان کی تروتازگی کا ذریعہ

پُرامن معاشرے کے قیام میں

اجتماعیت کی ضرورت

نواسۂ رسول، شہیدِ کربلا

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

فضائل ومناقب

Website: www.khatmenubuwwat.net www.khatm-e-nubuwwat.info www.amtkn.com

Email: editorkn@yahoo.com

غصہ میں دی گئی تین طلاق کی شرعی حیثیت

س:...... میرے اور میری بیوی کے درمیان کسی بات میں بہت جھگڑا ہوا، جس کے نتیجے میں ہمارے درمیان گالم گلوچ ہوئی اور مار پیٹ بھی ہوئی، آخر کار میں نے غصہ میں کہا کہ میں تمہارے بھائی کے سامنے تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ پھر میرے سالے کے علاوہ دروازہ کے پاس دوخواتین بھی کھڑی ہوئی تھیں، میں نے کہا کہ ان لوگوں کے سامنے میں تین طلاقیں دیتا ہوں۔ یہ مذکورہ تحریر میرا بیان ہے اور میرے سالے کا کہنا ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کا نام لے کر یا بیوی کے والد کا نام لے کر نہیں کہا بلکہ یہ کہا کہ میں تمہیں ایک طلاق، دوطلاق اور تین طلاق دیتا ہوں۔ جبکہ میری بیوی کا کہنا ہے کہ جب آپ نے مجھے ایک طلاق دی تو میرا دماغ سُن ہوگیا اور میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، کیونکہ ایک طلاق کی بات سُن کر میری بیوی برداشت نہ کرسکی اور اپنا سر دیوار پر مارنے لگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ لڑائی جھگڑے کی وجہ سے میرا غصہ کنٹرول میں نہیں رہا اور میں ہوش میں نہیں رہا اور اپنی بیوی کو غصے میں یہ ساری باتیں کہہ دیں، اب آپ مفتیان کرام سے گزارش ہے کہ اس مسئلے میں میری رہنمائی فرمائیں کہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

ج:...... صورت مسؤلہ میں سائل نے اپنی بیوی کو واضح طور پر تین طلاق دے دی ہیں، جس کی وجہ سے بیوی شوہر پر حرمت مغلظہ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے حرام ہوچکی ہے۔ طلاق کے بعد سے ہی عدت شروع ہوگئی ہے، عدت پوری کرنے کے بعد عورت آزاد ہے، دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ نکاح کے بعد دوسرے شوہر سے ازدواجی تعلق قائم کرنے کے بعد اگر وہ بھی طلاق دے دے یا اس کا انتقال ہوجائے تو یہ اس کی بھی عدت پوری کرے۔ عدت مکمل کرنے کے بعد اب یہ عورت تیسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، چاہے تو پہلے شوہر سے بھی نکاح کرسکتی ہے۔ عورت کی عدت اگر وہ حاملہ نہ ہو تو تین ماہواریاں ہوں گی اور اگر حاملہ ہے تو بچہ کی ولادت پر عدت مکمل ہوگی۔ باقی طلاق غصہ میں دینے کی چیز نہیں ہے بلکہ نکاح سے آزاد کرنے اور تعلق کو ختم کرنے کے لئے مشروع ہوئی ہے، جب نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے، لیکن لوگ اپنی نادانی کی وجہ سے طلاق کو غصہ نکالنے اور بیوی کو ڈرانے دھمکانے اور گالم گلوچ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، جب غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو پریشان ہوتے ہیں۔ بہرحال طلاق ہر صورت میں واقع ہوجاتی ہے، چاہے غصہ میں دی جائے یا ہنسی مذاق میں۔

واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۵ ۷ تا ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۴۸ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ر جون ۲۰۲۶ء شمارہ: ۲۴

سرپرست
حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

علماء کرام کی صحبت ایمان کی تروتازگی....	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
....اجتماعیت کی ضرورت	۸	مولانا محمد سلمان عثمانی
سیّدنا امام حسینؓ.... فضائل و مناقب	۱۰	مولانا عبدالصمد ساجد
رمی، قربانی، حلق، طوافِ زیارت (۴)	۱۴	مولانا مفتی خالد محمود
میری والدہ محترمہؒ!	۱۷	مولانا عاصم احسان
موسم گرما سے متعلق شریعت کی تعلیمات (۲)	۲۰	مفتی محمد راشد ڈسکوی
قادیانیت کی ناکامیوں کی مختصر روئیداد	۲۲	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی
قادیانیوں کا مناظرہ میں اعترافِ شکست	۲۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِتعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۱۷۱ فصل:...۸ھ کے واقعات

۱۲۹-اسی سال عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطّلب بن ہاشم القرشی الہاشمی کی ولادت ہوئی، ان کا لقب ’’بَبّہ‘‘ تھا، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے اور ان کے والد حارث صحابی ہیں، ابن اثیر ’’اُسد الغابہ‘‘ میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے دو برس قبل پیدا ہوئے۔

۱۳۰۔اسی سال جب فتحِ مکہ سے فارغ ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین کے لئے نکلے تو عتاب بن اسید کو مکہ کا حاکم مقرّر فرمایا، اور عتاب مکہ ہی میں رہے یہاں تک کہ اس سال لوگوں کو حج کرایا، وہ اس وقت بست سالہ تھے۔

۱۳۱۔اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین کے لئے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ ہزار، اور بقولِ بعض چودہ ہزار کا لشکر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن اُمیہ سے کچھ زرہیں مستعار طلب فرمائیں، چنانچہ اس نے چار سو زرہیں معہ دیگر اسلحہ کے پیش کیں۔

۱۳۲۔اسی سال حنین کے راستے میں بعض نومسلموں نے ایک بڑی سرسبز بیری کا درخت جسے ’’ذاتِ انواط‘‘ کہا جاتا تھا دیکھ کر کہا: ’’یارسول اللہ! ہمارے لئے بھی ایک ’’ذاتِ انواط‘‘ متعین کردیجئے جیسا کہ کافروں کے لئے ’’ذاتِ انواط‘‘ مخصوص ہے۔‘‘ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: ’’اللہ اکبر! تم نے بھی وہی بات کہی جیسی موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی کہ: اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایک معبود تجویز کردیجئے جیسا کہ کافروں کے معبود ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم ایسی قوم ہو کہ نادانی کی بات کرتے ہو۔‘‘

’’انواط‘‘ سے اسلحہ ٹانگنے کی کھونٹیاں مراد ہیں، کافر لوگ اس درخت کی تعظیم کے لئے اس پر کپڑے آویزاں کیا کرتے تھے۔

۱۳۳۔اسی سال غزوۂ حنین میں اوّلاً کافروں کو شکست ہوئی اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہوگئے، اور بعض نے کثرتِ تعداد پر فخر کیا، قدرتِ خدا کہ کافروں نے لوٹ کر حملہ کیا اور مسلمانوں کو تیروں سے چھلنی کردیا، اس طرح کثرت پر نازاں ہونے کے سبب مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے اور سب لوگ مکہ کی طرف بھاگنے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل دس یا بارہ یا اَسّی آدمی باقی رہ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ایڑ لگا کر کافروں کی طرف پیش قدمی کررہے تھے، یہ سفید رنگ کا خچر جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سوار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فروہ بن نفاثہ الجزامی نے ہدیہ کیا تھا، اور یہ ’’فضہ‘‘ کے نام سے موسوم تھا، اور ایک قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ’’دلدل‘‘ پر سوار تھے جو مقوقس شاہِ اسکندریہ نے ہدیہ کی تھی، صحیح پہلا قول ہے، ابوسفیان بن حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے، بہرحال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو آواز دی تو فوراً پلٹ آئے۔

(جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

علماء کرام کی صحبت

ایمان کی تروتازگی اور بچاؤ کا ذریعہ ہے

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

ہمارے اکابر کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمہ جہت صفات سے موصوف فرمایا تھا، جہاں وہ تحریر وتصنیف میں اعلیٰ معیار کے انشاء پرداز تھے، وہاں وہ تقریر وخطابت کے ذریعے سامعین کو مشکل سے مشکل بات بھی آسان پیرائے میں سمجھانے میں اعلیٰ انداز رکھتے تھے، انہیں اکابر میں سے میرے شیخ شہید ناموسِ رسالت حضرت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ تھے جنہوں نے ایک موقع پر چناب نگر کانفرنس میں تحفظ ختم نبوت کے عنوان پر درج ذیل ولولہ انگیز خطاب فرمایا تھا، جو تا حال کیسٹ میں پردۂ خفا میں تھا، اسے کیسٹ سے نقل اور ضبط کر کے ہفت روزہ ختم نبوت کے قارئین کے استفادہ کے لئے بطور اداریہ شامل اشاعت کیا جارہا ہے تا کہ وہ اسے پڑھیں اور حضرت کے خطابت کے انداز سے محظوظ ہوں۔

بعد خطبہ مسنونہ حضرت نے فرمایا:

’’جناب صدر، حضرات علمائے کرام، میرے معزز بھائیو، بزرگو!

یہ میرے لئے اعزاز اور افتخار کی بات ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے منعقد ہونے والی چوبیسویں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی سعادت اور آپ حضرات سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آنے، بیٹھنے، سننے، سنانے کو قبول ومنظور فرمائے۔ جیسا کہ حضرت مولانا صاحبزادہ طارق محمود صاحب نے فرمایا تھا کہ یہ بات قابلِ فکر ہے، قابلِ غور ہے کہ یہ کانفرنس عام جلسوں کی طرح ایک ہمہمہ نہیں ہے، ہُوہا کا جلسہ نہیں ہے، بلکہ بنیادی طور پر یہ ایک تربیتی کنونشن اور تربیتی ورکشاپ ہے۔

میں نے گزشتہ کل دفتر ختم نبوت کراچی میں اپنے دوستوں سے باتیں کرتے ہوئے عرض کیا تھا اور آج آپ سے عرض کرتا ہوں کہ دنیا جہان کی این جی اوز اور دنیا جہان کی جماعتیں مختلف انداز سے اپنی فکر اور اپنی تعلیمات کو سادہ ذہنوں میں انڈیلنے کی کوشش کرتی ہیں، کہیں تربیتی عنوان سے، کہیں فری کیمپ کے عنوان سے، کہیں کسی انداز سے اور کہیں کسی انداز سے۔ اور آپ اس سے انکار نہیں کریں گے کہ اس طرح کی تربیتی نشستوں کا، چاہے وہ اچھی نیت سے قائم کی جائیں یا بدنیتی سے قائم کی جائیں، ان کے اپنے اثرات ہوتے ہیں۔ اس لیے باطل اور باطل پرست اس حربے کو، اس ہتھیار کو ہر میدان میں استعمال کرتا ہے۔ ہمارا عام طور پر یہ ذوق ہوگیا ہے کہ ہم آلاتِ سمعی، آلاتِ بصری اخبارات ومجلّات، رسائل، جرائد، ریڈیو یا اس کے علاوہ ٹی وی، میڈیا جسے کہا جاتا ہے، ہم اس سے اپنے طور پر مستفید ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح کی تربیتی نشستوں کی طرف ہماری توجہ نہیں جاتی، بلکہ عام طور پر جدید تعلیم یافتہ افراد یہ کہہ کر ان جلسوں کی پھبتیاں اڑاتے ہیں کہ یہاں وہ لوگ جائیں جو فارغ ہوں۔

لیکن میں عرض کرنا چاہتا ہوں، باطل کا ہمیشہ سے اصول رہا ہے، اور ہمارے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ یہ فرمایا کرتے تھے اور غالباً میں نے بھی کئی جگہ اس بات کو لکھا ہے کہ باطل جانتا ہے، مسلمان کے دلوں میں ایمان کا پودا، لہلہاتا پودا، اس کی تروتازگی، اس کی ہریالی، اس کی نشوونما کے لیے جو خوراک مہیا ہوتی ہے، وہ علماء کی طرف سے مہیا کی جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں علماء کے علم کے چشمۂ صافی سے نکلنے والی رطوبت، تروتازگی اور ہدایت ورہنمائی مسلمانوں کے ایمان اور عقیدے کے اس پودے کی حیات کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس لیے باطل نہیں چاہتا کہ عوام کا اور مسلمانوں کا علماء کے ساتھ خصوصاً علماء حقہ کے ساتھ رابطہ رہے، اس کا سب سے پہلا حملہ علماء پر ہوتا ہے، سب سے پہلی بدظنی علماء سے پیدا کی جاتی ہے۔ چنانچہ قادیانی جن کو لوگ مسلمانوں کا حریف سمجھتے ہیں، میں آپ کی خدمت میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ قادیانی ہمارے حریف نہیں، ہمارا قادیانیوں سے مقابلہ نہیں، یہ قادیانی ہم سے مقابلہ نہیں کرتے بلکہ قادیانی نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حریف ہیں، انہوں نے درِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اپنے ناپاک ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ہمارے حریف نہیں، ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سپاہی ہیں، ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت وناموس کے پاسبان ہیں۔ جو ہاتھ بڑھے گا حضور کی ختم نبوت کی طرف، آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت وناموس کی طرف، اس ہاتھ کو توڑنے کے لیے ان شاء اللہ! ہم میں سے ہر ایک آدمی ہر وقت تیار ہے۔

امت مسلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس پر چودہ صدیاں گزرتی ہیں، حرف نہیں آنے دیا۔ ہماری تاریخ کا ایک تسلسل ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتنۂ سارقین نبوت یا مدعیانِ نبوت کے خلاف جو علَم اٹھایا تھا، آج تک اس علَم کو ہم نے سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ ہم جانشین ہیں، ہم نام لیوا ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی مسیلمہ کے ساتھ اور اسود عنسی کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی، ہماری بھی قادیانیوں کے خلاف کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔

میرے بھائیو! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ قادیانی یا اسی طرح قادیانیوں سے متاثر ان کے آلہ کار، چاہے وہ کسی بھی شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتے ہوں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ سب سے پہلا حملہ ان کا علماء پر ہوتا ہے۔ آج دنیا میں سب سے زیادہ مطعون علماء کو کیا جا رہا ہے۔ وجہ اس کی یہی ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر عوام علماء کے پاس جائیں گے، اگر اِن کا اُن کے ساتھ رابطہ رہے گا، اگر اِن کا اُن کے ساتھ تعلق رہے گا تو اِن کو حق بھی معلوم ہوگا، باطل بھی معلوم ہوگا۔ اور جب حق آئے گا، باطل دُم دبا کے بھاگے گا، اس لیے کہ ان کے سامنے حقائق واضح ہونے کی جتنا شکلیں ہیں، وہ علمائے امت کے ذریعے سے ہوتی ہیں، اس لیے سب سے پہلے وہ گالی دیتے ہیں علماء کو، بدنام کرتے ہیں علماء کو اور سب سے زیادہ متنفر علماء سے کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں، ہمیں ان جلسوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ آج سوٹڈ بوٹڈ ٹائی لگا یا ہوا کوئی آدمی اگر ان کو کسی بھی انداز سے قائل کرنا چاہے، کوئی بات بتانا چاہے، یہ آنکھ بند کر کے اس کے پیچھے جاتے ہیں، اس لیے کہ ان کو بتلا دیا گیا ہے کہ مولوی ایسا ہے اور مولوی ایسا ہے۔

علماء کی موجودگی میں، میں عرض کرتا ہوں کہ فتاویٰ عالمگیری میں یہ فتویٰ موجود ہے۔ اگر کوئی کسی عالم سے محض اس کے عالم ہونے کی بنا پر مخالفت یا اس پر طعن کرتا ہے تو اسے اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے، کیونکہ یہ بات دور تک چلی جاتی ہے۔ ہاں! اگر اس عالم کے علم کی بنا پر نہیں، بلکہ اس کی ذاتی یا شخصی کمی کوتاہیوں پر تنقید یا طعن کرتا ہے تو وہ اس زمرہ میں نہیں آئے گا۔ اس لیے کہ یہ مولوی کا لفظ یہیں نہیں رُکا، سعید احمد جلال پوری پر نہیں رُکا، مولانا ضیاء الدین آزاد پر نہیں رُکا، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب پر نہیں رُکا، حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب پر نہیں رُکا، یہ مولوی آگے چلا، اس مولویت کے تسلسل کی زنجیر کو اس نے ہلایا ہے، یہ زنجیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، عظمتِ رسالت کو اس نے چیلنج کیا ہے، اس آدمی کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے۔

اور آپ کی خدمت میں ایک اور بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں، عام طور پر ہمارے نوجوان اور ہمارے سادہ ذہن کے لوگ اس طرح کی مجلسوں میں جب جاتے ہیں، جو بات ہو رہی ہوتی ہے، چاہے وہ علماء کے خلاف ہو، دین کے خلاف ہو، مدارس کے خلاف ہو، اہل علم کے خلاف ہو، کسی بھی انداز سے ہو، یہ اس کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے، یاد رکھو! جہنم میں داخل ہونے والے جب جہنم میں داخل ہو جائیں گے، مسلمان جنت میں پہنچ جائیں گے، مسلمان اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ یا اللہ! ہم دنیا میں اپنے ایسے لوگوں کو دیکھنا چاہتے ہیں جو ہم پر پھبتی کسا کرتے تھے، ہمیں گالی دیا کرتے تھے، ہمیں کہتے تھے کہ ان ملاؤں کے پاس کوئی کام نہیں، فارغ ہیں جبھی تو نمازیں پڑھتے ہیں اور فلاں اور فلاں۔۔۔ ذرا ہم دیکھنا چاہتے ہیں، آج وہ کس حالت میں ہیں! قرآن کریم میں ہے، اللہ تعالیٰ سے وہ درخواست کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کی ملاقات کا انتظام فرما دیں گے۔ یاد رکھو! جنت اللہ تعالیٰ نے اوپر سجائی ہے، جہنم نیچے سجائی ہے، وہاں ملاقات کا انتظام ہوگا، جہنمی جلتے ہوئے جہنم میں وہاں منظر پر آ جائیں گے اور جنتی وہاں سے اوپر اپنے بالا خانے سے ان کو دیکھیں گے اور پوچھیں گے۔

فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ (40) عَنِ الْمُجْرِمِينَ (41) مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ (42) کیوں میاں! جہنم میں کیوں پہنچ گئے؟ کیا کرتوت تھے؟ ذرا کچھ ہمیں بھی بتاؤ، ذرا پردہ تو اٹھاؤ حقائق سے۔

قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ (43) ایک بات تو یہ تھی کہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ دوسری بات: وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ (44) اللہ تعالیٰ نے وافر مقدار میں فراوانی عطا فرمائی تھی، لیکن دوسروں کو دینے کے روادار نہیں تھے اور تیسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں، اس کو غور سے سنو! وہ یہ: وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ (45) (المدثر) جس طرح لوگ باتیں بناتے تھے، کیڑے نکالتے تھے، ہم بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ قادیانی جہاں بھی بیٹھا ہوگا تو سب سے پہلی بات یہ کرے گا: مولوی ایسے ہوتے ہیں۔ تمہیں معلوم بھی ہے، وہ یہ کیوں کہہ رہا ہے؟ وہ درحقیقت ایمان کے پودے تک پہنچنے والے پانی کی نالی کو کاٹنا چاہتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ سب سے پہلے اس کو مولوی سے بدظن کرو، اس کے بعد ہم جس طرح اس کو راہ دیں گے، جس طرح رہنمائی کریں گے، اس طرح یہ ہماری بات مانے گا۔ اس لیے کہ مولوی سے تو ہم نے پہلے کاٹ دیا، اب جس کو ہم حق کہیں گے، اس کو حق سمجھے گا۔ جس کو باطل کہیں گے، اس کو باطل جانے گا۔ جس کو ہم اچھا کہیں گے، اس کو اچھا جانے گا۔ جس کو ہم برا کہیں گے، اس کو برا جانے گا۔ ہم کہیں گے: نعوذ باللہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی آ سکتا ہے تو یہ احمق کہے گا کہ ایسے ہی ہے۔

میرے بھائیو! ایک بات تو مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ علماء کے ساتھ ربط رکھو۔ آپ جہاں بھی ہیں، وہاں علماء حق کے ساتھ ربط رکھو۔ یہ تمہارے ایمان کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ کچھ نہیں، ہر مسئلہ جہاں بھی رہتے ہو، اپنے مستند عالم دین سے پوچھو۔ کوئی تمہیں اس طرح کی شکوک و شبہات کی بات بتائے تو تم ان سے پوچھو۔ ان شاء اللہ! تمہارا ایمان محفوظ رہے گا اور کفر تم سے ناامید ہو جائے گا۔

دوسری بات جو مجھے عرض کرنا ہے، وہ یہ ہے کہ دیکھو! یہ عقیدہ ختم نبوت یا مسئلہ ختم نبوت یا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا کاز، یہ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے ہمیں میراث میں نہیں ملا، یا ان مولویوں کا مسئلہ نہیں۔ عام طور پر قادیانی یا لبرل قسم کے آزاد خیال لوگ یہ کہتے ہیں کہ مولویوں کا گھڑا ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں: نہیں، نہیں! یہ مولویوں کا گھڑا ہوا نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا طے کردہ ہے۔ اس لیے میں یہ عرض کرتا ہوں، سب سے پہلے اس مسئلے کو بیان فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے بعد دوسرے نمبر پر اس مسئلہ کو بیان فرمایا سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور جب اس طرح بدباطنوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے روحانی آقاؤں، اباؤں اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب نے جب اس مسئلہ کو اٹھایا تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کام کیا تھا، آج ختم نبوت کا کارکن وہی کام کر رہا ہے۔ (باقی صفحہ 13 پر)

پُرامن معاشرے کے قیام میں

اجتماعیت کی ضرورت

مولانا محمد سلمان عثمانی

اسلام رواداری، امن و سلامتی اور احترام انسانیت کا دین ہے۔ اسلامی شریعت اور اسلامی ضابطہ حیات کے مطابق اسلامی معاشرے کا ہر فرد بلا تفریق مذہب وملت عزت ومساوات اور بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے یکساں حیثیت کا حامل ہے۔ رواداری، عدم تحمل کی ضد ہے، یعنی یہ صبر وتحمل اور برداشت کرنے کا دوسرا نام ہے۔ اسلام میں مذہبی رواداری کی تعلیمات ایک روشن باب ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ انسانیت اور مذہبی رواداری کی بے شمار روایات ہیں، جن سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مذہب اسلام ایک ایسا عالم گیر مذہب ہے جس میں انسانیت کے ساتھ حسن سلوک، انسانوں کی خدمت اور ان کی بہتری ہی سرفہرست ہے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو کسی بھی مذہب کو بری نگاہ سے نہیں دیکھتا، بلکہ تمام آسمانی مذاہب کی تصدیق کرتا ہے اور ان کے پیروکاروں کو مکمل آزادی دیتا ہے کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ یہودیت اور عیسائیت کی طرح وہ اپنا دروازہ کسی کے لیے بند نہیں کرتا، بلکہ ہر وقت کھلا رکھتا ہے۔ قرآن کریم میں واضح حکم ہے کہ دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔ سورۃ النحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اپنے رب کے راستے کی طرف اچھی باتوں کے ذریعے بلاؤ اور بہت پسندیدہ طریقے سے بحث کرو"۔ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ عزت واحترام کا معاملہ کیا اور ان کا ہر طرح پاس ولحاظ رکھا۔ اگر انہوں نے اسلامی ریاست میں رہنا قبول کرلیا اور ان سے عہد وپیمان ہو چکا تو اب ان کی حفاظت مسلمانوں کی ذمہ داری قرار پائی۔ کسی طرح کی ظلم وزیادتی کا ان کو شکار نہیں بنایا جاسکتا۔

ارشاد باری تعالیٰ جس کا مفہوم کچھ یوں ہے: دنیا میں میری رحمت ہر مومن وکافر، نیک اور بد، سب پر چھائی ہوئی ہے، جس کے نتیجے میں انہیں رزق اور صحت وعافیت کی نعمتیں ملتی رہتی ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم نے خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت قرار دیا ہے، ارشاد ربانی ہے: ’’(اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔‘‘

سورۂ احزاب میں فرمایا گیا: ”حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے“، یعنی صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی عقائد وافکار، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، سیاست، معاشیات، غرض ہر شعبہ زندگی میں کامل اسوہ اور مکمل نمونہ ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ’’میں سراپا رحمت ہوں، اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔‘‘ (جامع صغیر)

ارشاد ربانی ہے: ترجمہ: ’’اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کرکے دعوت دو۔‘‘

اگر کسی ملک میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی رہتے ہیں تو مسلمانوں کو اسلام کی یہ ہدایت ہے کہ وہ امن وسلامتی، عدل وانصاف، مساوات ورواداری، ہمدردی ویکجہتی، فیاضی اور انسانیت نوازی پر مشتمل اسلامی تعلیمات سے غیر مسلم حضرات کو روشناس کرائیں اور انہیں موثر نصیحت اور حکمت کے ساتھ دین کی دعوت پیش کریں، لیکن کسی طرح دباؤ ڈالنے اور زور وزبردستی کی کوشش نہ کی جائے، اگر وہ مانیں اور مذہب کے سلسلے میں مذاکرات اور بحث ومباحثہ کرنا چاہیں تو نہایت فراخ دلی اور خوش اسلوبی کے ساتھ مذہبی گفت وشنید ہونی چاہیے۔ اس طرح اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

’’اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر

سکو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو، اللہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔‘‘ (سورۃ الحجرات)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کے جان و مال کو کوئی خطرہ نہ ہو۔‘‘ (ترمذی حدیث نمبر2627)

ایک اور موقع پر ظلم وتنگ نظری سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’ظلم سے بچو! اس لیے کہ ظلم قیامت کی بدترین تاریکیوں کا ایک حصہ ہے، نیز بخل وتنگ نظری سے بچو، اس چیز نے تم سے پہلے بہتوں کو ہلاک کیا ہے، اس مرض نے ان کو خون ریزی اور حرام کو حلال جاننے پر آمادہ کیا۔‘‘

(مسلم: حدیث نمبر2578)

ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ’’وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی طرف بلائے اور جو عصبیت کی بنیاد پر قتال کرے۔‘‘ (ابوداؤد: کتاب الآداب، باب العصبیۃ، حدیث نمبر1521)

نیز اہل معاہدہ اور کمزوروں پر ظلم کی نکیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ’’خبردار! جو کسی معاہد پر کوئی ظلم کرے گا یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا یا طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالے گا یا اس کی مرضی کے بغیر اس سے کوئی چیز حاصل کرے گا تو قیامت کے دن میں خود اس کے خلاف دعویٰ پیش کروں گا۔‘‘

(ابوداؤد، کتاب الخراج والامارۃ: حدیث نمبر3052)

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کی قسم! مومن نہیں ہوسکتا، اللہ کی قسم مومن نہیں ہوسکتا، کسی نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کون مومن نہیں ہوسکتا؟ فرمایا کہ: ’’جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔‘‘ (بخاری: حدیث نمبر6016)

’’اسلام‘‘ ’’سلامتی اور ’’ایمان‘‘ ’’امن سے عبارت ہے، یہ دین انسانیت اور امن وسلامتی کا علم بردار ہے، دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کی اساس اور بنیاد امن وسلامتی اور مذہبی رواداری پر قائم ہے، اس کا اندازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک سے ہوتا ہے:

’’خبر دار! جس نے کسی معاہد (غیر مسلم) پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اس کی استطاعت سے زیادہ اس سے کام لیا۔ اس کی رضا کے بغیر اس کی کوئی چیز لی تو بروز قیامت میں اس کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف جھگڑوں گا۔

(قرطبی، الجامع لاحکام القرآن ج8ص115)

امن ورواداری پر قرآن کے احکام واضح ہیں، ترجمہ: ’’دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں، ہدایت کا راستہ گمراہی سے ممتاز ہوکر واضح ہوچکا ہے۔‘‘ (سورۃ البقرۃ)

اس آیت کریمہ میں رواداری میں اس اصول کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے، اس کے متعلق ایک مرتبہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک غیر مسلم غلام تھا، آپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائے تو اسے کوئی ذمے داری دے دی جائے، آپ نے اس سے بارہا اپنی خواہش کا اظہار بھی فرمایا، لیکن اس نے ہمیشہ انکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے انکار پر ہمیشہ یہی فرماتے: ’’لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ‘‘ پھر آپ نے اسے آزاد فرمادیا۔ (کتاب الاموال)

اسلام تمام انسانوں کے مذہبی معاملات کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی صحیح رہ نمائی اور خدائی نظام کی دعوت دینے کا حکم بھی دیتا ہے، تاکہ انسان کو دنیا میں امن وسکون حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی پرسکون زندگی نصیب ہو۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام رواداری، امن وسلامتی اور احترام انسانیت کا درس دیتا ہے، یہ دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے پرامن بقائے باہم کا درس دیا۔ یہ مکالمے اور دلیل کی بنیاد پر دین کی دعوت دیتا ہے، اسلام دیگر مذاہب کے حوالے سے احترام کی تعلیم دیتا ہے۔ تمام انبیائے کرام حتیٰ کہ تمام مذاہب کے علم برداروں کے ادب واحترام کا درس دیتا ہے۔ قرآن وسنت اور پیغمبر رحمت، محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیمات امن وسلامتی کی ضامن اور انسانیت کے لیے مشعل راہ ہیں، آج دنیا میں تحمل وبرداشت، امن وسلامتی کے قیام، مذاہب کے درمیان مکالمے اور مذہبی رواداری کے فروغ کے لیے انسانیت کو اسلام اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت اور اسوۂ حسنہ سے راہ نمائی لینی ہوگی کہ بلاشبہ یہی احترام انسانیت کا منشور اور امن و سلامتی کی حقیقی ضامن ہیں۔ ❁❁

نواسۂ رسول، شہیدِ کربلا

سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ.... فضائل ومناقب

مولانا عبدالصمد ساجد

نواسۂ رسول، شہیدِ کربلا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور شیرِ خدا خلیفۂ چہارم سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے لختِ جگر اور نواسۂ پیغمبر علیہ السلام ہیں۔

مؤرخِ اسلام مولانا شاہ معین الدین ندوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''اس لحاظ سے آپ کی ذاتِ گرامی قریش کا خلاصہ اور بنی ہاشم کا عطر تھی۔'' (سیر الصحابہ: ۱/۱۳۱)

سیدنا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حق تعالیٰ نے تین بیٹوں: حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت محسن رضی اللہ عنہم اور دو بیٹیوں سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما سے نوازا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کی اولادِ امجاد میں دوسرے نمبر پر ہیں۔

نام ونسب:

آپ کا اسمِ سامی حسین، کنیت ابوعبداللہ اور ''سید شباب اہل الجنۃ'' اور ''ریحانۃ النبي'' لسانِ نبوت سے ملے القاب ہیں۔ شجرۂ عالیہ یہ ہے: ''حسین بن علي بن أبي طالب بن ہاشم القرشي الہاشمي۔'' (البدایۃ والنہایۃ: ۸/۱۶۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد مبارک فرمایا: ''اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ أَھْلِ الْجَنَّۃِ۔'' (سنن الترمذی: ۳۷۶۸)

ترجمہ: ''حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔''

نیز ارشادِ نبوی ہے: ''ابن ابی نعیمؒ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا، ایک شخص نے آپؓ سے مچھر کے خون کے بارے میں دریافت کیا (کہ اگر محرم کے لباس کو لگ جائے تو کیا حکم ہے؟) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ: اہلِ عراق میں سے ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص کو دیکھو! یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں پوچھ رہا ہے، حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے (نواسے) کو شہید کرڈالا، میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: یہ (حسن وحسین) دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔'' (صحیح البخاری، رقم: ۵۹۹۴)

پیدائش، نام اور ابتدائی حالات:

باغِ نبوت کے پھول سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت سے قبل ہی بذریعہ خواب پیدائش کی بشارت دے دی گئی تھی، مستدرک للحاکم میں ہے:

ترجمہ: ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارسول اللہ! رات میں نے عجیب خواب دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیسا خواب ہے؟ عرض کی: بہت سخت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہے وہ؟ عرض کی: میں نے دیکھا ہے کہ گویا آپ کے بدن کا کوئی ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آگیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر بیان فرمائی کہ تم نے اچھا خواب دیکھا ہے، فاطمہ کے ہاں بچہ پیدا ہوگا، وہ تمہاری گود میں ہوگا (تم اُسے دودھ پلاؤ گی)، چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، تو میری گود میں آئے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حسینؓ کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ڈال دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسوؤں سے رواں تھیں۔ حضرت امِ فضل رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کو کیا ہوا

ہے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے خبر دی کہ میری اُمت میرے اس بیٹے کو شہید کردے گی۔ میں نے عرض کی: کیا یہ بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! اور وہ میرے پاس اس کی (خون آلود) سرخ مٹی کا کچھ حصہ بھی لائے ہیں۔'' (رقم الحدیث:۴۸۱۸)

آپ کی تاریخِ پیدائش میں مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں: تاریخ ابن کثیر میں ۳، ۴ اور ۶ ہجری کا قول درج ہے، جبکہ شاہ معین الدین ندویؒ نے ۴ ہجری اور مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ نے ۵ ہجری لکھا ہے۔

سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی گود جب سبطِ رسول خوشبوئے نبوت سے مہکی تو آنحضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس تشریف لائے، اپنے نومولود کو اپنے دستِ مبارک میں اُٹھایا، گھٹی دی، لعابِ دہن منہ میں ڈالا اور خوبصورت نام ''حسین'' رکھا۔

(ابن کثیر:۸/۱۶۰)

نیز رسولِ ﷺ نے آپ کے کان میں اذان دی اور ساتویں روز عقیقہ کیا۔

(مستدرکِ حاکم، رقم:۴۸۲۷۔ المعجم الکبیر:۹۲۶)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ ''خامس اُہل الکساء'' ہیں، یعنی ان پانچ مبارک شخصیات میں سے ہیں کہ آیتِ تطہیر اُترنے کے بعد جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ تطہیر کے مصداق میں داخل اور شامل فرمایا۔

(اسد الغابہ:۱/۴۹۶)

مستدرک للحاکم میں مفصل روایت ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے اپنے تین بیٹوں کا نام ''حرب'' رکھتے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر بالترتیب حسن، حسین اور محسّن رکھا اور فرمایا کہ میں نے ان کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادوں شبیر، شبر اور مشبر کے ناموں پر رکھے ہیں۔ (المستدرک علی الصحیحین، رقم:۴۷۷۳، اسد الغابہ:۱/۴۹۶)

حلیۂ مبارک:

آپ کا بدن مبارک حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کے مشابہ تھا۔ (جامع الترمذی، رقم:۳۷۷۹۔ البدایۃ والنہایۃ، اسد الغابۃ)

فضائل ومناقب:

آپ رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی فضیلت یہی ہے کہ آپ نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول اور شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر اور رتبۂ صحابیت پر فائز ہیں، جو اس حسب ونسب کی فضیلت کو باعثِ نجاتِ اُخروی بنادیتا ہے۔

جناب حضرت حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ اپنے نانا حضرت محبوبِ رب العالمین کی محبتوں، شفقتوں اور توجہات کے محور و مرکز رہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے ان لاڈلوں سے اُلفت و موانست اور لاڈ پیار بے مثال ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ: ''جناب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہم کشتی کا کھیل کھیل رہے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: حسن! شاباش! جلدی کرو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عرض کرنے لگیں: آپ حسن کو ہی کیوں شاباشیاں دے رہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حسین کو جبریل امین کہہ رہے ہیں کہ شاباش حسین! جلدی کرو۔''

(اسد الغابہ:۱/۵۴۹۷)

''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے کسی کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھٹکھٹایا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ نے کچھ اوڑھا ہوا تھا، معلوم نہیں کیا تھا، جب میں اپنے کام سے فارغ ہوگیا تو میں نے عرض کیا کہ: یہ کیا ہے جو آپ نے اُٹھا رکھا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہٹایا تو حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما آپ کی پشت مبارک پر تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما جو اِن دونوں سے محبت رکھے۔'' (جامع الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اہلِ بیت میں سے کس سے سب سے زیادہ محبت ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حسن وحسین سے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے کہ میرے بچوں کو میرے پاس بلاؤ، پھر آپ انہیں چومتے اور سینے سے لگاتے۔'' (ترمذی:۳۷۷۲)

حضرت ابوبریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ: اچانک حضرت حسن

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سرخ قمیصوں میں ملبوس گرتے پڑتے آرہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُترے، دونوں حضرات کو اُٹھایا اور اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: ”إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَ أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ۔“ (تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہے) میں نے ان بچوں کو دیکھا کہ گرتے ہوئے آرہے ہیں تو مجھ سے رہا نہیں گیا، حتیٰ کہ میں نے اپنی گفتگو روک کر اُنہیں اٹھایا۔“
(جامع ترمذی:۳۷۷۴)

یعلیٰ بن مرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں (لہٰذا حسین سے محبت مجھ سے محبت ہے اور حسین سے دشمنی مجھ سے دشمنی ہے) اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتے ہیں جو حسین سے محبت کرتا ہے۔“ (جامع ترمذی:۳۷۷۵)

”ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر یا عصر کی نماز کے لیے تشریف لائے اور آپ نے اپنے لاڈلوں حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی کو اٹھایا ہوا تھا، آپ امامت کے لیے آگے بڑھے تو دائیں پاؤں کی جانب نواسے کو بٹھادیا، پھر سجدہ کیا اور لمبا سجدہ کیا۔ حضرت شداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے سر اوپر کیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سجدے میں ہیں اور بچہ آپ کی پشت پر سوار ہے، میں دوبارہ سجدے میں لوٹ گیا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (نماز سے فارغ ہوکر) رخ پیچھے موڑا تو لوگوں نے عرض کی کہ: یارسول اللہ! آپ نے اپنی نماز میں آج جیسا سجدہ کیا ایسا سجدہ پہلے کبھی نہیں فرمایا، کیا کسی چیز کا حکم ہوا ہے یا کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، لیکن میرا بیٹا مجھ پر سوار تھا تو میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ اُسے جلدی اُتار دوں۔“ (المستدرک للحاکم، رقم:۴۷۷۵)

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان پیارے نواسوں کو ان خوبصورت الفاظ میں دم کرکے شیطان اور نظرِ بد وغیرہ سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیتے تھے:

”أُعِيذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔“

”میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات سے ہر شیطان، تکلیف دہ چیز اور ہر قسم کی بدنظری سے پناہ میں دیتا ہوں۔“

نیز فرماتے کہ: ”جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اسی طرح اپنے صاحبزادوں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کو پناہِ خداوندی میں دیا کرتے تھے۔“

(صحیح البخاری، رقم:۳۳۷۱)

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ”وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوتِ طعام پر گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے آگے آگے چل رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ حسین بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکڑنا چاہا تو وہ ادھر اُدھر دوڑنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (اُن کو پکڑنے کے لیے دوڑ کر) خوش طبعی کرنے لگے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں پکڑ لیا، پھر اپنا ایک ہاتھ اُن کی گدی پر رکھا اور دوسرا ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور ان کے دہنِ طیب پر اپنا دہنِ مبارک رکھ کر چومنے لگے اور فرمایا کہ: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتے ہیں جو حسین سے محبت کرے۔“ (المستدرک للحاکم، رقم:۴۸۲۰)

آپ رضی اللہ عنہ خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ اور باغِ نبوت کے مہکتے پھول تھے، جس ماحول میں آپؓ نے پرورش پائی، اس سے پاکیزہ اور اچھے ماحول کا تصور ممکن ہی نہیں ہے، چنانچہ آپؓ اخلاق، اعمال، صوم و صلاۃ، حج و زکوٰۃ، صدقہ وخیرات، اُمورِ خیر اور عبادات میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت علی زین العابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”حضرت حسین رضی اللہ عنہ دن رات میں ایک ہزار نفل پڑھا کرتے تھے۔“ (سیر الصحابہؓ:۴/۲۰۷)

وقار، شائستگی، تواضع اور استقلالِ رائے میں اپنی مثال آپ تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مراسم اور تعلق:

مؤرخ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: ”حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم آپ کی تکریم وتعظیم کیا کرتے تھے، (باوجودیکہ اس وقت تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ صغیر السن تھے، مگر یہ جاں نثارانِ رسول قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیونکر لحاظ نہ کرتے؟) پھر آپ اپنے والدگرامی قدر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے، ان کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی، مشاجرۂ جمل اور صفین میں بھی شرکت کی، والد ماجد کی بہت توقیر کرتے تھے، ان کی شہادت تک اطاعت

گزاری کی، پھر مصالحتِ سیدنا حسن با سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کو بھی تسلیم کیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان دونوں صاحبزادوں کا خصوصی اکرام کرتے، انہیں خوش آمدید اور مرحبا کہتے، عطایا دیتے، دو لاکھ درہم تک ان کی خدمت میں پیش کرتے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ وفات پاگئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہر سال وفد کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی خوب خدمت اور عزت کرتے، خلافتِ معاویہؓ میں ہونے والے غزوہ قسطنطنیہ میں بھی آپ شریک تھے۔" (البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۶۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان صحیح بخاری میں موجود ہے: "ارْقُبُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ۔" (صحیح البخاری: رقم ۳۷۵۱)

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں آپ کی قرابت کا لحاظ رکھو۔"

علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلقات اچھے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پوری کوشش تھی کہ وہ روابط جو انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہایت بہترین انداز میں قائم کررکھے ہیں ٹوٹنے نہ پائیں۔ شیخ ابن بابویہ قمی حضرت زین العابدین رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آخری وقت میں یزید کو جو نصیحتیں کیں، ان میں سے ایک یہ تھی: "حق حرمتِ او را بشناس و منزلت و قرابتِ او را با پیغمبر بیاد آورد، باکردہ ہائے او مواخذہ مکن و روابطی کہ من با او دریں مدت محکم کردہ ام قطع مکن۔" (جلاء العیون، ص: ۳۸۸، ایران)

ترجمہ: "حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حقِ احترام کو پہچاننا اور انہیں جو قرب اور درجہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاصل ہے اُسے یاد رکھنا، ان کے کسی عمل پر ان سے مواخذہ نہ کرنا اور وہ تعلقات جو میں نے اب تک ان سے نہایت مضبوط کر رکھے ہیں انہیں ہرگز قطع نہ کرنا۔" (عبقات: ۱/ ۱۸۵)

ازواج و اولاد:

آپ کی ازواجِ مطاہراتؓ میں لیلیٰ، حباب، حرار اور غزالہ شامل ہیں۔ اولاد درج ذیل ہے: صاحبزادیوں میں سکینہ، فاطمہ اور زینب۔ (سیر الصحابہؓ) بیٹوں میں: علی اکبر، علی اصغر، زید، ابراہیم، محمد، حمزہ، ابوبکر، جعفر، عمر، یزید۔ (تاریخ الائمہ للرافضۃ، ص: ۸۳)

شہادت:

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا المناک اور دردناک واقعہ ۱۰/ محرم الحرام ۶۱ھ بروز جمعہ یزید کے دورِ جور و جفا میں پیش آیا، جس کی تفصیلات مفتی اعظم مولانا محمد شفیع عثمانی اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہم کی کتب "شہیدِ کربلا" اور مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کی کتاب "فوائدِ نافعہ" جلد دوم میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت حسین رضی اللہ عنہ، جملہ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم اور خاندانِ نبوت کے تمام افراد کی محبت و اُلفت عطا فرمائے اور اُن کے نقوشِ پا پر چلنے کی توفیق بخشے، آمین۔ ۞۞

بقیہ: ..... اداریہ

بنیادی طور پر جس آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو، آنحضرت ﷺ نے اس کا علاج تجویز فرمایا، وہ یہ کہ اگر کوئی حاکم، قاضی جج ہے تو وہ اسی طرح مدعی نبوت کے بارہ میں فیصلہ کرے جو حضور اکرم ﷺ نے اسود عنسی کے خلاف کیا یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف کیا۔ اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت فیروز دیلمیؓ کو مامور فرمایا تھا اور اسود عنسی کا کام تمام فرمایا۔ مسیلمہ کذاب نے جب سر اٹھانے کی کوشش کی تھی تو یمامہ میں صدیق اکبرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی سربراہی میں ایک لشکر تیار فرمایا تھا۔ جانتے ہو! مسیلمہ کذاب کو نابود کر دیا تھا اور آپ جانتے ہیں کہ کتنی بڑی قیمت ادا کرکے اس فتنے کی سرکوبی کی حضرت صدیق اکبرؓ نے۔ علماء کرام موجود ہیں، جانتے ہیں، تیئیس سالہ دورِ نبوت میں دینِ متین کی حفاظت اور جہاد میں ۲۵۹ سے زیادہ صحابہ کرامؓ شہید نہیں ہوئے۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے صرف عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بارہ سو صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ شہید کروائے، جن میں سے سات سو قرآن کریم کے حفاظ تھے، ستر بدری صحابہؓ تھے اور ایک ایک صحابی کائنات میں انبیاء کے علاوہ پوری کائنات سے زیادہ قیمتی ہے۔

میرے بھائیو! اس مسئلہ میں یاد رکھو، کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ یہ جماعت اللہ تعالیٰ نے بنائی، اس کے پہلے امیر حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ اسی کا تسلسل یہ جماعت چلی آرہی ہے، اللہ تعالیٰ اس جماعت کے ساتھ ہمیں وابستہ فرمائے، وابستہ رکھے، اسی پر موت نصیب فرمائے، آمین۔" ۞۞

رمی، قربانی، حلق اور طوافِ زیارت کے مسائل

تربیتی بیان:... مولانا مفتی خالد محمود مدظلہ (۴) ضبط وترتیب:.... حافظ محمد صہیب اعجاز

س:.... خواتین رمی کے بعد ایام سے ہو جائیں تو طوافِ زیارت کی کیا صورت ہوگی؟ اگر واپسی تک پاک نہ ہوں تو ایسی عورتوں کے لیے طوافِ وداع کا کیا حکم ہے؟

ج:.... پہلے بتا چکا ہوں کہ اس حالت میں طوافِ زیارت کرنا منع ہے۔ عورت کو چاہیے کہ وہ انتظار کرے پاک ہونے کا۔ اگر ممکن ہو تو اپنی سیٹ آگے کرالے۔ آج کل یہ ذرا مشکل ہوتا ہے، لیکن پھر بھی اگر کوشش کی جائے تو ہوسکتا ہے اور اگر اس کا واپسی کا وقت مدینہ منورہ ہے اور عورت سمجھتی ہے کہ مدینہ منورہ میں ابھی دو چار دن رہنا ہے اور میں اس وقت پاک ہوجاؤں گی تو مدینہ منورہ چلی جائے اسی حالت میں اور جب پاک ہوجائے تو وہاں سے واپس آئے، اس کا اہتمام کرے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جیسے بعض عورتیں کرتی ہیں اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کرلیں کچھ دوائیاں ایسی آتی ہیں خون کی آمد کو روک دیتی ہیں، اگر وہ دوائی استعمال کی اور خون رک گیا تو اس حالت میں عورت پاک شمار ہوگی اور اس حالت میں طواف کرسکتی ہے۔

طوافِ وداع کا حکم بتا چکا ہوں کہ اگر طوافِ زیارت پاکی کی حالت میں کیا تھا، طوافِ وداع سے پہلے اس کو یہ عذر پیش آگیا تو طوافِ وداع معاف ہے، طوافِ وداع کو چھوڑ دے۔

س:.... جب رمی، قربانی اور حلق ہو جائے تو احرام کھول کر طوافِ زیارت کے لیے چلے جائیں یا پہلے غسل کرنا ہوگا؟

ج:.... سنت طریقہ تو یہ ہے کہ رمی کریں، قربانی کریں، حلق کرالیں، احرام کھول دیں، غسل کرلیں، اپنے معمول کے لباس پہن لیں اور اس میں طوافِ زیارت کریں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص غسل کیے بغیر چلا گیا، غسل کا موقع نہیں تھا، تو اس کے بغیر جاسکتا ہے۔ اس میں مسئلہ بتا دوں کہ رمی، قربانی، حلق اس میں ترتیب ضروری ہے۔ طوافِ زیارت کا وقت بتایا تھا دس ذوالحجہ کی صبح صادق سے لے کر بارہ ذوالحجہ غروبِ آفتاب تک۔ ہونا تو چاہیے کہ یہ حلق کے بعد ہو لیکن اس میں ترتیب ضروری نہیں ہے۔ اگر کوئی آدمی رمی کرنے سے پہلے مکہ پہنچ گیا وہ چاہتا ہے میں طوافِ زیارت کرلوں تو وہ طوافِ زیارت کرسکتا ہے اگرچہ اس نے رمی نہیں کی۔ جب رمی نہیں کی تو قربانی بھی نہیں ہوگی۔ اسی طرح سے ایک آدمی نے رمی کرلی قربانی میں اس نے دیکھا کہ ابھی وقت ہے وہ مکہ چلا گیا تو وہ اس حالت میں طوافِ زیارت کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ لیکن یہ احرام کی حالت میں ہوگا اسی لیے اگر احرام کی حالت میں طوافِ زیارت کرے گا تو اضطباع بھی کرے گا، رمل بھی کرے گا۔ یا رمی بھی ہوگئی، قربانی بھی ہوگئی بال کٹوانے کا موقع نہیں ملا کیونکہ رش ہوتا ہے، ہر آدمی کو موقع نہیں ملتا فوراً ہی، وہ چلا گیا مکہ مکرمہ، اس نے کہا کہ چلو طوافِ زیارت کر لیتا ہوں تو طوافِ زیارت کرسکتا ہے۔ گیارہ ذوالحجہ کو رمی کے بعد کسی بھی وقت طوافِ زیارت کے لیے جاسکتے ہیں۔

س:.... حجاج کے لیے یکم ذوالحجہ سے ناخن اور بال کاٹنے کا کیا حکم ہے؟

ج:.... ہر وہ آدمی جس نے قربانی کرنی ہے اس کے لیے حکم یہ ہے کہ جب ذوالحجہ کا چاند نظر آجائے تو وہ بال ناخن نہ کاٹے جب تک قربانی نہ ہوجائے۔ لیکن حاجی جب احرام باندھے گا، احرام باندھنے سے پہلے اگر وہ محسوس کررہا ہے کہ اس کے ناخن بڑھے ہوئے ہیں تو وہ ناخن کاٹ سکتا ہے، بال کاٹ سکتا ہے، اپنی مونچھیں وغیرہ درست کرواسکتا ہے۔ تو یہ جو پابندی ہے یہ حجاج کے لیے نہیں ہے۔

س:.... احرام باندھنے سے پہلے خوشبو اسپرے لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

ج:.... احرام کی چادریں پہننے کے

بعد نیت کرنے سے پہلے خوشبو لگائی جا سکتی ہے بلکہ خوشبو لگانا سنت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حجۃ الوداع کے موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل فرما کر چادریں پہن کر خیمے میں تشریف لائے تو میرے پاس جو سب سے اچھی خوشبو تھی وہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لگائی۔ تو نیت سے پہلے خوشبو لگانا سنت ہے لیکن جسم پہ لگائے احرام پہ نہ لگائے۔

س:.... میرے گھٹنے میں پریس لگا ہوا ہے احرام کی حالت میں لگایا جا سکتا ہے؟

ج:.... دیکھوایک، جو سلا ہوا ہوتا ہے وہ گھٹنے کی شکل پہ بنا ہوا ہوتا ہے، اس کو تو نہ پہنیں۔ ہاں کوئی گرم پٹی ہوتی ہے، کریپ بینڈیج ہے، وہ باندھ سکتے ہیں۔ اگر وہ اسی طرح سے بنا ہوا ہے باقاعدہ گھٹنے کی شکل میں تو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ کوئی بہت ہی مجبوری ہے تو ضرورت کے وقت ایک دو گھنٹے لگا لے اتار دے، مستقل نہ پہنے رہے اور اس کے بعد پھر کچھ صدقہ دے دے۔

س:.... حاجی کے لیے دمِ شکر کی قربانی تو ہے ہی، مالی قربانی کے لیے کیا حکم ہے؟

ج:.... دمِ شکر تو حج کی ہے۔ مالی قربانی جو ہم بقرعید کے موقع پر کرتے ہیں، اگر آدمی مسافر ہے، وہاں 15 دن سے کم ٹھہرا ہوا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں، مسافر پر قربانی واجب نہیں ہوتی چاہے وہ کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر مقیم ہے اور وہ صاحبِ استطاعت ہے، اس پر قربانی واجب ہے تو اس کو قربانی کرنی چاہیے۔ اب اس کو اختیار ہے کہ یہ قربانی وہاں کرلے مکہ مکرمہ میں یا اپنے ملک میں کسی کے ذمے لگائے کہ یہاں قربانی کے دنوں میں اس کی طرف سے قربانی کردی جائے۔

س:.... احرام کی حالت میں سن بلاک کریم استعمال کرسکتے ہیں؟

ج:.... اگر اس میں خوشبو نہیں ہے تو اس کو لگا سکتے ہیں۔

س:.... یا حالتِ احرام میں دھوپ کے چشمے لگائے جا سکتے ہیں؟

ج:.... بالکل لگائے جاسکتے ہیں۔ احرام کی حالت میں ہاتھ کی گھڑی پہن سکتے ہیں۔

س:.... نفلی طواف کے لیے احرام پہن کر جا سکتے ہیں؟ ایسا کرنا صحیح ہے؟

ج:.... نفلی طواف کے لیے تو کوئی احرام نہیں ہوتا لیکن یہ جو سوال پوچھا گیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ آج کل سعودی عرب نے کورونا کے بعد سے یہ پابندی لگائی ہے کہ مطاف میں، جو صحن ہے جہاں طواف ہوتا ہے، بیت اللہ کے چاروں طرف ہے وہ اور اس سے اوپر کی جو منزل ہے اس میں احرام کے بغیر نہیں جا سکتے۔ انہوں نے رش کم کرنے کے لیے ایسا کیا ہے، لیکن ان کو بھی پتا ہے کہ یہ جتنے احرام کی چادروں والے ہیں، اکثر ان میں عمرے والے نہیں ہیں، ان کو بھی پتا ہے اور جو جا رہا ہے اس کو بھی پتا ہے، بس یہ دھوکہ اللہ میاں کو نہیں ہے یہ دھوکہ ان لوگوں کو ہے جو وہاں پولیس والے کھڑے ہیں۔ کیونکہ اس نے تو کوئی احرام کی نیت نہیں کی اللہ بھی جان رہا ہے وہ اللہ کو کیا دھوکہ دیں گے۔ بچنا چاہیے، احتیاط کرنی چاہیے، آدمی اوپر طواف کر لے لیکن اوپر طواف بہت لمبا ہوتا ہے۔ بہرحال! چلا جائے، گنجائش ہے اس کی۔

س:.... سامان میں اضافی زمزم لانا صحیح ہے؟

ج:.... اضافی زمزم لانے کی اجازت ہی نہیں ہوتی ایک زمزم لا سکتے ہیں آپ۔ باقی اپنے بیگ میں چھوٹی چھوٹی بوتلوں میں زمزم بھر کے کوئی لے آئے، اس کی ان کی طرف سے بھی اجازت ہوتی ہے ایئر لائن کی طرف سے بھی اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

س:.... کن صورتوں میں دم لازم ہوتا ہے؟

ج:.... یہ تو بہت ساری صورتیں ہیں کسی کو پیش آ جائے وہ پوچھ لے یہاں تو اس کی تفصیل بتانا بڑا مشکل ہے۔

س:.... کیا ہم سرف سے ایسے کپڑے دھو سکتے ہیں جن کو ہم احرام کے دنوں میں

ABDULLAH SATTAR DINA
& Sons Jewellers
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silvers, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Phone :32514972, 32531133

پہنیں گے؟

ج:.... خیال رہے کہ سرف میں خوشبو ہوتی ہے۔ لیکن سرف لگانے کے بعد اس کپڑے کو دھویا جاتا ہے پانی سے تو وہ خوشبو نکل جاتی ہے، اب جو خوشبو اس کے اندر سے آ رہی ہے تھوڑی بہت وہ منع نہیں ہے ان کپڑوں کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔

س:.... اگر کسی وجہ سے دو واجبات چھوٹ جائیں تو کیا ہمیں دو دم دینے ہوں گے؟

ج:.... اگر واجب الگ الگ ہے پھر تو ہر ایک کا الگ الگ دم آئے گا۔ اور اگر واجب ایک ہی ہے مثال کے طور پر رمی ہے، پہلے دن کی بھی رمی چھوٹ گئی وہ بھی واجب، دوسرے دن کی رمی بھی چھوٹ گئی، تیسرے دن کی رمی بھی چھوٹ گئی تو یہ واجب ایک ہی نوعیت کا ہے تو اس میں ایک دم آئے گا۔ اگر ایک شیطان کی رمی چھوٹ گئی پھر بھی ایک دم آئے گا، اور دو دن کی چھوٹ گئی پھر بھی ایک دم آئے گا، تین دن کی چھوٹ گئی پھر بھی ایک دم آئے گا۔ تو اگر واجب ایک ہی طرح کا ہے اس میں تو ایک دم آئے گا، اگر واجب الگ الگ ہیں تو ہر واجب کا الگ دم آئے گا۔

س:.... حجِ قران کی اہمیت اور سنت کی وضاحت فرمادیں۔

ج:.... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کی نیت کی تھی وہ حجِ قران کی نیت کی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے لبیک کہا تھا تو وہ حجِ قران ہے، زیادہ روایتیں یہی بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کیا تھا وہ حجِ قران تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ قربانی کا جانور بھی لے کر گئے تھے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرے کے افعال ادا کر کے احرام نہیں کھولا تھا، اسی احرام سے حج کیا تھا، پھر حجِ قران میں چونکہ مشقت زیادہ ہے، آدمی سے غلطی ہوجائے تو ڈبل جرمانہ اس پر ہوجاتا ہے کیونکہ اس کے دو احرام ہیں ایک عمرے کا اور ایک حج کا، تو اس میں چونکہ مشقت زیادہ ہے تو اس میں ثواب بھی زیادہ ہے۔

س:.... کیا خواتین کے لیے ۸ تا ۱۰ ذوالحجہ تک منیٰ کے خیموں میں رہنے کی اور سونے کے دوران احرام کی چادر یا عبایا پہننا ضروری ہے؟

ج:.... عورتوں کے لیے احرام کی کوئی چادر نہیں ہوتی، عورتوں کا احرام کا کوئی لباس نہیں ہوتا۔ غالباً یہ جس کسی بہن نے پوچھا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کا احرام بھی ملتا ہے؟ جہاں مردوں کا احرام ملتا ہے، وہ کیا ہے؟ ایک سفید رنگ کا رومال سا ہوتا ہے، اس کو عورتیں سر پہ باندھ لیتی ہیں۔ عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ یہ احرام کا حصہ ہے اور جب تک ان کا احرام ہے اسے اتارتی ہی نہیں ہیں اور ان کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ اتارا ہمارا احرام ختم ہوجائے گا۔ یہ رومال باندھنا ضروری نہیں ہے ان کے لیے یہ صرف احتیاطاً باندھا جاتا ہے کہ بال بکھرنے نہ پائیں، اب اگر کسی عورت نے دوپٹہ پہنا ہوا ہے، برقع پہنا ہوا ہے، اس کا نقاب اوڑھا ہوا ہے تو وہ بھی کافی ہے رومال باندھنا ضروری نہیں ہے اور اگر کسی نے باندھا ہے اور وہ اکیلے اپنے کمرے میں ہے، خیمے میں ہے وہاں کوئی مرد نہیں ہے تو وہ سر سے اتار سکتی ہے، اسی طرح سے اپنا عبایا بھی اتار سکتی ہے۔ ہاں لوگوں کے سامنے جہاں بے پردگی ہوتی ہو تو پھر اس کو سر ننگا نہیں کرنا چاہیے اور عبایا بھی نہیں اتارنا چاہیے یا کم از کم چادر تو لپیٹ لے۔

س:.... خواتین کے لیے احرام کا کیا مطلب ہے؟

ج:.... ابھی میں نے وضاحت کی کہ خواتین کا احرام نیت کرنا ہے، عمرے کی یا حج کی۔ انہوں نے غسل کیا دو رکعت نماز پڑھی اگر وہ پڑھ سکتی ہیں اور مکروہ وقت نہیں ہے، اس کے بعد وہ نیت کریں گی، تلبیہ پڑھیں گی، یہ ان کا احرام ہے۔ اس کے لیے کوئی لباس، کوئی کپڑا، کوئی رومال کوئی چیز ضروری نہیں ہے، یہ عورتوں کا احرام ہے۔ مرد سلا ہوا کپڑا نہیں پہنتا اس لیے ان کو دو چادریں پہننی پڑتی ہیں۔ (جاری ہے)

ABS
ESTD 1880
سو سال سے زائد بہترین خدمت
ABDULLAH Brothers Sonara
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell: 0301-2352363

دعوت وتبلیغ سے منسلک اندرونی و بیرونی ممالک کی مستورات کی میزبان

میری والدہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا

مولانا عاصم احسان

(۹/ اپریل ۲۰۲۶ء کو میرے شیخ حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم کی اہلیہ محترمہ کا وصال ہوا۔ ذیل کا مضمون حضرت کے سب سے بڑے صاحبزادے مولانا عاصم احسان صاحب کا تحریر کردہ ہے، جو مرحومہ کی دعوت وتبلیغ کی راہ میں قربانی اور اپنے عظیم خاوند کے ساتھ وفاداری نباہنے کا پتہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی کامل مغفرت فرمائے، دعوت کے راستے کی جو مشقت انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے برداشت کی، اس کا خوب خوب بدلہ ان کو وہاں ملے۔ حضرت مولانا احسان الحق صاحب کا سایہ عافیت کے ساتھ ہم پر قائم رکھے۔ آمین۔ (مولانا عمران عیسیٰ مدظلہ استاذ جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

....

رب کی نظر انتخاب میں جو ہستیاں دعوت وتبلیغ کی تحریک کی بنیاد کے لیے چنی گئیں اور جنہیں عالمی تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں دعوت و تبلیغ کا جو منظر آج نظر آرہا ہے اس کی مضبوط بنیاد جو کہ ہمیشہ زمین کے اندر بنائی جاتی ہے اور اسی کی مضبوطی پر عمارت کی منزلیں قائم ہوتی ہیں ان میں محض اللہ کے کرم سے حاجی محمد بشیر صاحب رحمہ اللہ (ہمارے دادا جان) کا خاندان خصوصاً ان کی اہلیہ محترمہ (ہماری دادی جان) رحمہا اللہ علیہا اور ان کے فرزند ارجمند مولانا احسان الحق صاحب (ہمارے والد محترم) دامت برکاتہم العالیہ جو پاکستان کے تبلیغی احباب کی اولادوں میں سب سے پہلے نوجوان عالم بنے۔ اس خاندان کو اللہ تعالیٰ نے مستورات کے کام کی بنیاد کے لیے چنا۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر حاجی بشیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا گھر رائے ونڈ میں بنا۔ مولانا احسان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی والدہ محترمہ اور ان کی اہلیہ ہماری (والدہ ماجدہ) مستورات کے کام کی سب سے پہلی وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی طرح خود کو ہر طرح کی قربانی کے لیے پیش کیا۔ حاجی بشیر صاحب ایک بڑے عہدے پر فائز تھے اور گورنمنٹ کی طرف سے ہر طرح کی سہولت میسر تھی، گھر میں ہر طرح کے خدام کی فراوانی تھی۔ مگر اللہ کی نظرِ انتخاب ان پہ پڑی اور ان کے خاندان کو چنا گیا، ان قربانیوں کے لیے جن کا آج تبلیغی دنیا میں تصور بھی نہیں رہا۔ سن ۱۹۶۲ء میں مولانا احسان الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ رائے ونڈ تشریف لائے اور اپنی زندگی سو فیصد بڑوں کے تابع کردی، ایک قدم بھی اپنی مرضی سے نہ اٹھاتے۔ ۱۹۶۵ء میں ان کی شادی ہوئی۔ ۱۹۶۶ء میں اہلیہ محترمہ بھی رائیونڈ منتقل ہوگئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب تبلیغ اپنے ابتدائی مراحل میں تھی۔ چوں کہ پاکستان کے ماحول میں یہ دین کی محنت کا نیا طرز تھا، لہٰذا ہر طرف سے مخالفت تھی، وہ چند لوگ جو رائے ونڈ مرکز میں مقیم تھے اعلیٰ سطح کی قربانیاں کر گئے۔ مولانا احسان صاحب کی والدہ ماجدہ اور اہلیہ محترمہ رائے ونڈ میں رہنے لگیں۔ گھر تو اللہ تعالی نے بہت وسیع دیا تھا مگر اس وقت کے مطابق مرکز سے دور تھا، مرکز اور گھر کے درمیان میں کھیت تھے، جہاں سبزی لگی ہوتی تھی اور ایک پگ ڈنڈی تھی جس پر چل کر گھر کی طرف آیا جاتا تھا۔ گھر کے چاروں طرف کھیت تھے، چارے کی فصل لگائی جاتی جس کے پودوں کی بلندی کی وجہ سے رات کو گیدڑ آجاتے تھے۔ ہماری دادی جان بہت بہادر خاتون تھیں، اعلیٰ درجہ کی بااخلاق و باصفات تھیں۔ جب کہ ہماری والدہ ماجدہ کم عمر، نازک مزاج۔ انتہائی مشقت کی زندگی کا دور تھا، پانی کے لیے ہینڈ پمپ ہوتا تھا، پینے کا پانی ماشکی مشکیزہ میں لے کر آنا پڑتا۔ لکڑیوں کی آگ پر بڑے توے پر روٹی بناتے اور مٹی کے تیل کے چولہے باورچی خانے میں رکھے ہوتے۔ ہمارے والد ماجد کا دستور تھا کہ جو سہولت مردوں کے مرکز میں نہیں ہوگی وہ گھر میں بھی نہیں ہوگی۔ مرکز میں پنکھے نہیں تھے۔ ہاتھ والے پنکھے استعمال ہوتے تھے، جو کہ بہت بڑے سائز کے تھے، بیان کے دوران کچھ لوگوں کی تشکیل ہوتی کہ وہ مجمع میں پنکھے سے مجمع کو ہوا دیں۔ اس لیے ہمارے ابو جان کی

طرف سے یہ طے تھا کہ گھر میں بھی پنکھے نہیں ہوں گے۔ ایک پنکھا تھا اک کمرے میں جو کہ دادا جان کی آمد پر استعمال ہوتا یا پھر بڑے بزرگ حضرات جو ہمارے گھر میں قیام کرتے جیسا کہ قریشی صاحب، قاضی عبدالقادر صاحب، مفتی زین العابدین صاحب رحمہم اللہ ان سب کے لیے وہ پنکھا تھا۔ مستورات کا مرکز نہیں تھا۔ جماعتیں کراچی سے ٹرین پر پشاور، کوہاٹ اور مختلف شہروں سے بسوں پر آتیں۔ اطلاع کے ذرائع بہت کمزور تھے، اس لیے اچانک سے جماعت دروازے پر آجاتی، اکثر بس بھر کے جماعت آتی اور اگر ۱۲ عورتیں ہوتیں تو ان کے ساتھ ۱۸ بچے ہوتے۔ کیوں کہ اس زمانہ میں ترغیب دی جاتی تھی بچوں کو ساتھ لے کر جائیں گے تو دہرا اجر ملے گا۔ چناں چہ اپنا پورا گھر جماعت کے لیے پیش کر دیا جاتا اور اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ اور مہمان بچوں کو بھی ساتھ لے کر کبھی صحن میں امرود کے درخت کے نیچے بیٹھتیں اور کبھی برآمدے میں۔ بڑے وسیع ظرف والی تھیں ہماری مائیں۔ مختلف قبائل وخاندان کے بچوں کو اپنے بچوں کے ساتھ گھر میں خوش دلی سے برداشت کرنا یہ کوئی آسان بات نہ تھی۔ اس طرح سے جماعتیں گھر میں ہی بیانات بھی سنتیں، ہدایات بھی ہوتیں اور پھر یہیں سے جماعتیں رخصت ہوتیں۔ اس زمانے میں ۱۵ دن کی ترتیب نہیں تھی دس دن کی ترتیب تھی۔ دس دن کے لیے جماعتیں نکلا کرتی تھیں جو رائے ونڈ آتی تھیں اور بیرون سے بھی اکثر آمد ہو جاتی تھی۔ مکمل جماعت کی صورت میں تو بہت کم آمد ہوتی، افراد ہی آتے تھے، کبھی عرب ممالک سے، کبھی افریقہ سے، کبھی یورپ و امریکہ سے اور آنے والوں کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں تھا، کوئی ایک ماہ کے لیے، کوئی چار ماہ کے لیے، کوئی دو ماہ کے لیے اور نہ ہی یہاں پر ہر وقت جماعتیں ہوتی تھیں کہ جن کے ساتھ جوڑ کر تشکیل میں بھیج دیا جائے۔ جب کوئی جماعت آتی تو ان کے ساتھ یہ مستورات تشکیل میں چلی جاتیں اور جماعت آکر واپس گھروں کو چلی جاتی تو یہ بیرون کی مستورات یہیں گھر میں رکتیں۔ والدہ محترمہ اور دادی جان ان کو اپنے ساتھ گھر کے فرد کی طرح رکھتیں۔ مردوں کا گھر میں داخلہ بند ہو جاتا۔ اس طرح کئی عرب خواتین، افریقین خواتین اور مختلف ممالک کی مستورات ہمارے گھر میں مہینوں رکیں۔ مگر اللہ درجات بلند کرے ہماری والدہ ماجدہ اور دادی جان کے انہوں نے جس خوش دلی خندہ پیشانی اور فراخ دلی سے یہ خدمت انجام دی اس کی مثال اس دور میں ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے گھر میں کھانا بنتا۔ ان کے لیے الگ سے پرہیزی کھانا تیار کیا جاتا اور ابو جان کی طرف سے بہت زیادہ تاکید ہوتی تھی یہ کھانا امانت ہے کوئی چکھنے کی جسارت بھی نہ کرتا۔ تقریباً چالیس سال ان کے کھانے کی خدمت کی سعادت اللہ نے ہمارے گھرانے کو دی۔ ماہانہ شوریٰ کے احباب کا کھانا گھر میں سالوں بنتا رہا، شروع میں تو گھر میں ہی کھانا کھاتے تھے، پھر مرکز میں کھلانے کی ترتیب بن گئی۔ مگر کھانا گھر میں ہی بنتا تھا اور اسی طرح مدرسہ کے ممتحنین کے لیے بھی کھانا تقریباً چالیس سال تک ہمارے گھر میں تیار کر کے بھجوایا جاتا۔ ہمارے دادا جان اور والد صاحب بڑوں کی خدمت اور جماعتوں کی خدمت کے اعلیٰ درجے کے جذبات رکھتے تھے۔ تن من دھن سب کچھ لگا دینا چاہتے تھے۔ مگر ان کی تکمیل ہماری دادی جان اور والدہ محترمہ کی مشقت، محنت، تابعداری، اطاعت اور ہر وقت خود کو اپنی تمام ضروریات اور خواہشات کو پیچھے ڈال کر حاضر رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کی۔ بہرحال داستان تو بہت طویل ہے مگر یہ اس کا ایک مختصر سا عکس ہے۔

پھر ۱۹۸۱ء میں مستورات کے لیے مرکز بنایا گیا اور اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوا ہمارے گھر کے ساتھ مرکز بنانا طے ہوا۔ الحمدللہ ہمارے گھر کی مستورات نے دل و جان سے وہاں کی خدمت کو اپنا فریضہ سمجھا۔ اس کے لیے بے انتہا قربانیاں دیں۔ ابھی بہت سی مستورات مختلف شہروں میں اس کی آنکھوں دیکھی شاہد موجود ہیں۔ ہماری والدہ محترمہ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے ۱۷ سال کی عمر میں رائے ونڈ آئیں اور ۷۶ سال کی عمر میں اس دارِفانی سے رخصت ہوئیں۔ اپنی تمام جوانی، زندگی کے تمام ادوار؛ دعوت وتبلیغ کی سرفرازی کے لیے قربان کر دیئے۔ ایک بات جس کا بہت شدت سے احساس ہوتا ہے، انفرادی زندگی کی ایک جھلک بھی ہماری والدہ ماجدہ نے نہیں دیکھی۔ کبھی ہمارے والد صاحب کے ساتھ انفرادی سفر نہیں کیا، کوئی تفریحی سفر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جماعت میں بھی ہمارے

والد صاحب کے ساتھ کوئی سفر نہیں ہوا، نہ حج و عمرہ کا کوئی سفر والد ماجد کے ساتھ ہوا، سارے سفر اپنے بھائیوں کے ساتھ اور بیٹوں کے ساتھ ہوئے۔ والد صاحب کی ہمراہی میں صرف ایک سفر چار ماہ کا مستورات کی جماعت میں فرانس کا ہوا۔ ان کی بے شمار خوبیوں میں جو اہم تھیں اپنی زندگی میں آنے والے نامساعد حالات، مشقتوں، تکلیفوں کا کبھی شکوہ نہیں کیا۔ نا ہی کبھی فخر وغرور کا اظہار کیا کہ ہماری قربانیوں کی وجہ سے تبلیغ کی بنیاد بنی۔ غیبت نہیں کرتی تھیں۔ کسی کے خلاف بات نہ کرتی نہ سنتی تھیں۔ دین کا کام کرنے والوں کے مخالفین تو ہمیشہ ہوا کرتے ہیں، کبھی کسی مخالف کا سامنا ہو جائے تو نہایت محبت و ملائمت بھرے لہجے سے بات کرتیں۔ ان کے لہجہ کی خوب صورتی و مٹھاس نرمی اور شفقت بھرے اندازِ تکلم کی بنا پہ دنیا بھر میں بلاتمیز رنگ ونسل ان کی ہزاروں روحانی بہنیں اور بیٹیاں ہیں۔ ان کا نامۂ اعمال تا قیامت کھلا رہے گا انشاء اللہ! ان کی قربانیوں کی بنا پہ جو دعوت وتبلیغ کی اساس خصوصاً مستورات کے کام کی داغ بیل ڈلی، یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا رہے گا، انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ان کی پُرخلوص قربانیوں کے صدقے ہمیں ہماری اولادوں کو تا قیامت راہ حق پہ گامزن رکھے۔ اشاعت دین کے لیے قبول کیے رکھے۔ ہماری غفلتوں، کوتاہیوں، نالائقیوں کی وجہ سے ہمیں محروم نہ کرے۔ اللهم اجعلنا خير خلف لخير سلف۔ اولئک آبائی فجئنی بمثلهم۔

❁❁❁............❁❁❁

مولانا ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی رحمہ اللہ کی رحلت

برصغیر کے معروف محقق، فن اسماء رجال کے امام، سابق رئیس شعبہ تخصصِ علومِ حدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، میرے معلم و مربی عزیز تایا جان، ممتاز عالم دین حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ کے فرزند مذہبی اسکالر، محقق، متعدد کتابوں کے مصنف، سابق ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سینٹر، ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز جامعہ کراچی، میریٹوریس پروفیسر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی رحمہ اللہ قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مرحوم ہمارے خاندان میں والد محترم حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد بڑوں اور بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ مرحوم اپنے والد رحمہ اللہ کی علمی وتحقیقی روایات کے امین اور ان کے علمی کاموں پر خوب توجہ دینے والے تھے۔ انہیں ہمہ وقت یہی فکر دامن گیر رہتی کہ مولانا نعمانی رحمہ اللہ جیسے محقق عالم کی غیر مطبوعہ چیزیں کیسے امت تک پہنچائی جائیں، جس کی وجہ سے وہ ہر وقت ان کی کتابوں اور ان کی خواہش وتمنا کے مطابق نئے کاموں میں مصروف عمل رہا کرتے تھے۔ مرحوم نے مولانا نعمانی رحمہ اللہ کے متعلق کئی کام شروع کر رکھے تھے، جن میں سے کچھ کام مکمل ہوگئے تھے اور کچھ زیر تکمیل تھے جن کی تکمیل ان کی دیرینہ خواہش تھی۔

وہ جس طرح اپنے والد حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ کے کاموں میں خود مصروف رہے، اپنے تلامذہ کو بھی اپنے والد مرحوم کی منشا کے مطابق حنفیہ کے علوم الحدیث کی خدمات کی جانب راغب کرتے اور اپنی زیر سرپرستی وہ کام مکمل کرواتے۔ مرحوم کی گراں قدر علمی وتحقیقی خدمات میں مسند ابونعیم اصبہانی، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت علامہ دیبلی سندی کی مشہور کتاب مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علمی وتحقیقی کام، دیگر تصانیف اور علمی مقالات یادگار رہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو قبول فرمائیں اور اسے ان کے لئے اور خاندان کے دیگر افراد کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ اللہ ان کی کامل مغفرت فرمائے اور ان کے اہل خانہ، اولاد، تلامذہ و متعلقین کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، آمین۔ یارب العالمین۔ اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ، وَأَکْرِمْ نُزُلَہٗ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَہٗ، وَاغْسِلْہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْأَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِنْ دَارِہٖ، وَأَھْلًا خَیْرًا مِنْ أَھْلِہٖ، وَأَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ، وَأَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ۔

مولانا ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

موسمِ گرما سے متعلق شریعت کی تعلیمات

مفتی محمد راشد ڈسکوی

گزشتہ سے پیوستہ

موسم گرما میں اپنی عبادات کی حفاظت کیجیے:

موسم گرما میں نمازِ فجر میں سستی، گرمی کے موسم میں دن طویل اور راتیں مختصر ہونے، اور دن بھر کام کی تھکاوٹ کی وجہ سے عشاء کی نماز کے رہ جانے کا، اور چھوٹی راتوں میں آرام مکمل نہ ہونے کی وجہ سے صبح فجر کی نماز کے رہ جانے کا امکان ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے ذہن کو تیار کر کے اور تھوڑی ہمت کر کے ان دونوں نمازوں میں باجماعت حاضری کی کوشش کرنی چاہیے۔ حدیث پاک میں بھی ان دونوں نمازوں کا خصوصی ذکر کیا گیا ہے اور ان میں شرکت کی ترغیب دی گئی ہے۔ (صحیح مسلم، الرقم: ۶۵۱)

سفر میں نماز نہ چھوڑنا:

نماز کی تو کسی حال میں معافی نہیں ہے، گرمی کی شدت اور سفر، دونوں امور میں ہی انسان اپنے آپ کو مشقت میں پاتا ہے، اس دوران نمازوں کا اہتمام کرنا یقیناً بڑی ہمت کی بات ہے، لیکن مضبوط ایمان والے اطاعت خداوندی میں ان مشقتوں کی پرواہ نہیں کرتے اور ان احوال میں بھی نماز کا اہتمام کرتے ہیں۔

موسم گرما اور نماز استسقاء:

موسم گرما میں اگر بارشیں نہ ہوں اور قحط سالی کا سا منظر قائم ہو جائے تو ایسے موقع پر صلوٰۃ الاستسقاء پڑھنا مسنون عمل ہے۔ (صحیح البخاري: ۱۰۲۵)

موسم گرما میں اپنے ستر کی حفاظت کیجیے:

موسم گرما میں گرمی کی شدت کی وجہ سے عموماً باریک کپڑے اور بسا اوقات مختصر کپڑے پہنے جاتے ہیں، بالخصوص رات کو سوتے وقت بہت سارے مرد صرف شلوار، بنیان یا تہہ بند پر ہی اکتفاء کرتے ہیں، لہٰذا! گرمی والے ایسے احوال میں لباس کے انتخاب میں ان امور کا خیال کرنا ضروری ہے کہ لباس اتنا باریک نہ ہو کہ اس میں سے جسم کے مخفی اعضاء (مرد کے لیے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک کے اعضاء) نظر آئیں۔ رات کو سوتے ہوئے تہہ بند کے نیچے جانگیہ وغیرہ بھی ضرور پہن لیا جائے۔ اگر ہواخوری کی وجہ سے کچھ کپڑے اتارنا پڑیں تو اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ شلوار یا تہہ بند ناف سے زیادہ نیچے تک نہ ہو اور گھٹنوں اور ران کو ننگا نہ کیا جائے۔ بلا عذر ستر کھولنا لعنت اترنے کا موجب قرار دیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، الرقم: ۳۱۲۵)

گرمیوں میں بالخصوص نماز فجر کے لیے آتے ہوئے شب باشی والے لباس میں ہی چلے آنا کراہت کا باعث ہے، اس سے بچا جائے۔ تالابوں، نہروں اور بارش میں نہاتے ہوئے بھی ایسے کپڑوں کا استعمال کیا جائے جن میں جسم نہ جھلکے، اور وہ لباس مکمل ستر کو چھپانے والا بھی ہو۔

موسم گرما میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچائیے:

موسم گرما میں جب شب باشی کے لیے اپنی چھت پر جائے تو دیہاتوں وغیرہ میں چونکہ گھروں کی چھتیں ایک دوسرے کے چھتوں کے ساتھ ملی ہوتی ہیں، اور دوسرے گھر والے بھی سونے کے لیے اپنی چھت پر آئے ہوتے ہیں، تو اپنی چھت پر چڑھ کر دوسروں کے گھروں میں جھانکنا، اور ان کی مستورات کو دیکھنا سخت گناہ ہے، اس سے بچنے کی مکمل کوشش کی جائے، صحیح احادیث میں اس فعل کی سخت نکیر کی گئی ہے۔ (صحیح مسلم، الرقم: ۲۱۵۸)

تالابوں میں یا بارش میں نہاتے ہوئے اگر دوسروں نے ایسے باریک کپڑے پہنے ہوں کہ ان کے اعضاء مستورہ ظاہر ہو رہے ہوں تو بہت اہتمام سے اپنے آپ کو بدنظری سے بچایا جائے۔ گرمی کی شدت سے بچنے کی خاطر بہت سے لوگ اے سی وغیرہ چلانے کی خاطر بجلی کی چوری کے مرتکب ہو جاتے ہیں، یہ بھی بہت بڑا اور سنگین جرم ہے، اور اس جرم سے معافی بھی آسان نہیں ہے، کہ یہ پوری عوام کا حق تھا جسے یہ خود اکیلا غصب کرنے والا بن گیا۔ موسم گرما میں مچھروں کی بہتات ہوتی

ہے، موذی حشرات الارض کو آگ سے جلا کر مارنا منع ہے، تاہم بوقتِ ضرورت مچھروں کو مارنے کے لیے زہریلی دوا اور الیکٹرانک مشین کا استعمال جائز ہے، چونکہ اس میں بجلی ہوتی ہے، آگ نہیں ہوتی، اس لیے ایسے آلے کے استعمال کی گنجائش ہے۔

موسم گرما میں دوسروں کو اذیت دینے سے بچیں:

موسم گرما میں لوگ سایہ دار جگہوں میں بیٹھ کر گرمی کی تپش سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں لیکن بعض ناداں اور جاہل لوگ سایہ دار جگہوں پر بول وبراز کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہاں بیٹھنا محال ہوجاتا ہے۔ شرعاً ایسا کرنا سخت ممنوع ہے۔ موسم گرما میں پسینہ آنے کی وجہ سے جسم میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے، جس سے پاس بیٹھنے والے شخص کو شدید اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، احترام کی وجہ سے اس سے اس کی شکایت بھی نہیں کرتا اور بسا اوقات متبادل جگہ نہ ہونے کی وجہ سے وہاں سے اٹھ بھی نہیں سکتا، یہ ایذاء مسلم ہے، جو شرعی نقطہ نگاہ سے حرام ہے۔ پسینے سے بچنے کی خاطر بسا اوقات انسان خوشبو وعطر کا ستعمال کرتا ہے تو ضروری ہے کہ خوشبو یا عطر ایسا ہو جو دوسروں کو تکلیف دینے والا نہ ہو، یعنی: بہت تیز نہ ہو، کہ حساس طبیعت والے تیز خوشبو کی وجہ سے تکلیف میں پڑ جاتے ہیں۔

موسم گرما میں بے زبان جانوروں کو بھی سایہ میں کھڑے کرنا اور بروقت ان کے دانہ پانی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اجتماعی زندگی میں رہنے والے افراد کے لیے یہ بھی ضروری ہے ان جگہوں میں وقف اشیاء سے دوسروں کو محروم رکھتے ہوئے خود اکیلے ہی ان اشیاء کا غاصبانہ استعمال نہ کریں، جیسے: مساجد یا مدارس میں اے سی اور پنکھوں کے سامنے خود ہی قبضہ جما کر بیٹھے رہنا وغیرہ۔ بارش کے موسم میں پانی کی وجہ راستوں میں کیچڑ ہوتا ہے، ایسی جگہوں سے سواری پر گزرتے ہوئے بالخصوص دوسروں کو کیچڑ کی چھینٹوں سے محفوظ رکھنا بھی بہت ضروری ہے، تاکہ ہماری بے احتیاطی کی وجہ سے دوسرا اذیت، تکلیف اور مشقت میں نہ پڑے۔

موسم گرما میں پانی پلانے کا اہتمام کیجیے:

گرمی کے موسم میں سب سے فرحت بخش اور پرلطف نعمت ٹھنڈا پانی ہے۔ قیامت کے دن نعمتوں میں سب سے پہلا حساب ٹھنڈے پانی کا ہوگا۔ پانی ایک عظیم نعمت ہے، لہذا اس نعمت کا احساس اور اس کا شکر ادا کرنے کے لیے اس موسم میں بڑے پیمانے پر پانی کے صدقے کا اہتمام کریں، جیسے: نہر یا کنواں کھدوانا، فلٹریشن پلانٹ لگوانا، مساجد و مدارس میں کولر نصب کروانا، بالخصوص جمعہ والے دن بہ سہولت میٹھے پانی کا بندوبست کرنا وغیرہ۔ اسی طرح چھوٹے پیمانے پر جیسے: مزدوروں، مسافروں، طالب علموں بلکہ چرند پرند اور جانوروں تک کے لیے گھروں کی چھتوں پر پانی کا انتظام کرنا، اپنی دکانوں پر، عوامی مقامات اور ٹریفک اشاروں پر پانی کا انتظام کرنا وغیرہ۔ یہ بہترین صدقہ جاریہ شمار ہوگا۔ پانی پلانا باعثِ مغفرت ہے۔ (ایک شخص کا کتے کو کنویں سے پانی نکال کر پلانا، اور اسی طرح ایک فاحشہ عورت کا پیاسے کتے کو پانی پلانا)، امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بعض تابعین سے یہ منقول ہے کہ جس کے گناہ زیادہ ہوں تو وہ لوگوں کو پانی پلائے، تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو معاف کردیا جس نے ایک کتے کو پانی پلایا تھا تو اللہ ایسے شخص کو کیسے معاف نہیں کرے گا جو ایک موحد مؤمن کو پانی پلائے اور اسے زندہ کرے۔ (تفسیر القرطبی: 7/215)

احادیث میں فوت شدگان کی طرف سے صدقہ وخیرات کے لیے پانی پلانے کی ترغیب موجود ہے۔ (سنن النسائی، الرقم: ۳۶۶۶)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء میں ایک واقعہ نقل کیا کہ ایک شخص نے امام ابن المبارک رحمہ اللہ سے اپنے گھٹنے کے متعلق سوال کیا جو سات سال سے زخمی تھا اور اس سے خون رس رہا تھا، اس شخص نے کہا: میں کافی اطباء سے علاج کرواچکا ہوں لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا، امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: کسی ایسی جگہ پر کنواں کھدواؤ جہاں لوگوں کو پانی کی ضرورت ہے، مجھے امید ہے کہ اُدھر پانی کا چشمہ پھوٹ نکلے گا اِدھر تیرے گھٹنے کا خون رک جائے گا۔ پس اس شخص نے امام صاحب کے مشورے پر عمل کیا اور اس طرح اس کے گھٹنے کا خون رک گیا۔ (سیر أعلام النبلاء: ۸/ ۴۰۸)

گرمی سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانور بھی شدید متاثر ہوتے ہیں اور بعض اوقات پانی نہ ملنے کی وجہ سے جانور مر بھی جاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی کنواں کھدوایا اور اس سے کسی پیاسے انسان، جن یا چرند پرند نے پیا تو اس کا اجر قیامت کے دن اسے ضرور ملے گا۔ (الترغیب والترہیب، الرقم: ۱۴۷۱) ۞

قادیانیت کی ناکامیوں کی مختصر روئیداد

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی مدظلہ
انتخاب:.... جناب خالد محمود، کراچی

مختاری کے امتحان میں ناکامی:

مرزا قادیانی نے 1864ء تا 1868ء ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچہری میں ملازمت کی، اس دوران اس نے اپنے دیرینہ دوست لال بھیم سین کے ہمراہ مختاری کا امتحان دیا، جس میں بھیم سین پاس اور مرزا قادیانی فیل ہوگیا۔ (سیرت المہدی، جلد اول، ص،135، روایت 146 قدیم)

حصول اراضی کے مقدمہ میں ناکامی:

مرزا قادیانی نے 1868ء میں سیالکوٹ کی ملازمت چھوڑ دی تو اس کے باپ مرزا غلام مرتضیٰ نے اسے مقدمہ بازی پر لگا دیا، جس پر اس کے بقول ستر ہزار روپے خرچ ہوئے لیکن اتنے گرانقدر اخراجات کے باوجود مطلوبہ اراضی حاصل نہ کرسکا۔ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

مرزا قادیانی کی خبیث امراض میں مبتلا نہ ہونے کی پیش گوئی:

انبیاء کرام علیہم السلام کی نقالی کے شوق میں مرزا نے بھی دعویٰ کر دیا کہ مجھے کوئی خطرناک مرض لاحق نہ ہوگا، وہ لکھتا ہے:

’’خدا تعالیٰ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر کوئی خبیث مرض دامن گیر ہوجائے۔ جیسا کہ جذام اور جنون اور اندھا ہونا اور مرگی تو اس سے یہ لوگ نتیجہ نکالیں گے کہ اس پر غضب الٰہی ہوگیا، اس لئے پہلے سے اس نے مجھے براہین احمدیہ میں بشارت دی کہ ہر ایک خبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھوں گا اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کروں گا۔‘‘ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، ص،20)

مگر مرزا قادیانی جیسے جھوٹے مدعی نبوت کے دعوے بھی جھوٹے ہی نکلے، ملاحظہ فرمائیں:

ا:...مرزا قادیانی کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹریا کا دورہ بشیر اول کی موت کے چند دن بعد ہوا تھا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہوگئے۔ (سیرت المہدی قدیم حصہ اول، ص:13، روایت نمبر 18)

مرزا قادیانی ان دوروں کی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے نہ رکھتا تھا۔ (سیرت المہدی قدیم حصہ اول، ص: 52، روایت نمبر 79)

’’مجھے دو بیماریاں مدت دراز سے تھیں۔ ایک شدید درد سر اور یہ مرض تقریباً پچیس برس تک دامن گیر رہی اور اس کے ساتھ دوران سر بھی لاحق ہوگیا اور طبیبوں نے لکھا ہے کہ ان عوارض کا آخری نتیجہ مرگی ہوتی ہے، چنانچہ میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر تقریباً دو ماہ تک اسی مرض میں مبتلا ہوکر آخر مرض صرع میں مبتلا ہوگئے اور اسی سے ان کا انتقال ہوگیا۔ مجھے دو مرض دامن گیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصہ میں کہ سر درد اور دوران سر اور دوران خون کم ہوکر ہاتھ پیر سرد ہو جانا، نبض کم ہو جانا۔ یہ دونوں بیماریاں قریباً بیس برس سے ہیں۔ (نسیم دعوت، ص:68)

مجھے دوسری بیماری بدن کے نیچے کے حصہ میں ہے جو مجھے کثرت پیشاب کی مرض ہے جس کو ذیابیطس کہتے ہیں اور معمولی طور پر مجھ کو ہر روز پیشاب بکثرت آتا ہے اور پندرہ یا بیس دفعہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور بعض اوقات قریب سو دفعہ کے دن رات میں آتا ہے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، ص:201)

میں نے کئی دفعہ مرزا قادیانی سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹریا ہے بعض اوقات مرزا قادیانی مراق بھی بتایا کرتا تھا۔ (سیرت المہدی قدیم، جلد دوم، ص،55، روایت نمبر 369)

میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ سے مبتلا رہا ہوں پھر بھی آج کل میری مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کرکے بڑی بڑی رات بیٹھا کام کرتا رہتا ہوں۔ حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی جاتی ہے۔ (ملفوظات قدیم، جلد دوم، ص:372)

اب ہمارا قادیانیوں سے سوال ہے کہ مرزا قادیانی کا خدائی وعدہ کہاں گیا؟ اسے

خطرناک امراض کیوں لاحق ہوئیں؟ کیا سچے نبی کی یہ شان ہوتی ہے۔؟ اگر قادیانی کھلے دل ودماغ سے اس نکتہ پر غور کریں گے تو راہ ہدایت پانا اور صحیح فیصلہ پر پہنچنا، ان کے لئے آسان ہوگا۔ (قادیانیت کی ناکامیوں کی مختصر روئداد، ص:9و10 از حضرت مولانا مشتاق احمد چنیوٹی)

مرزا قادیانی نے دین اسلام کی حقانیت پر تین سو دلائل اپنی کتاب براہین احمدیہ میں لکھنے کا وعدہ کیا، لیکن مرزا بشیر احمد ایم اے کے بقول اس نے براہین احمدیہ کی مطبوعہ جلدوں میں صرف ایک دلیل بیان کی اور وہ بھی ادھوری۔ (سیرت المہدی قدیم، جلد اول، ص، 93 روایت نمبر 120)

مرزا قادیانی نے لوگوں سے ایڈوانس چندہ لیا تھا براہین احمدیہ کی تصنیف واشاعت کے لئے لیکن وہ سب ڈکار گیا اور چندہ دینے والوں کے احتجاج پر انہیں خوب کوسا، ملامت کی کہ وہ مجھ سے چندہ کا حساب مانگتے ہیں، اس عرصہ میں مرزا کو جس ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے چندہ کی واپسی سے بچنے کے لئے جو عذر تراشے، بہانے گھڑے اس کی تفصیلات ایک مستقل مقالے کا موضوع ہیں۔ براہین احمدیہ کے متعلق مرزا نے اعلان کیا تھا کہ یہ کتاب پچاس جلدوں میں لکھی جائے گی۔ لیکن اس نے 1884ء میں چوتھی جلد لکھ کر سلسلہ ختم کر دیا، لوگوں نے جب احتجاج کیا کہ یا تو ہماری ایڈوانس رقم (جو کہ پچاس جلدوں کی تھی) واپس کرو یا پھر مطلوبہ جلدیں لکھو، تو اس نے 1905ء میں اکیس سال بعد براہین احمدیہ کی پانچویں جلد لکھی اور اس کے دیباچہ میں لکھا:

”پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا، مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے، اس لئے پانچوں حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔ (دیباچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، ص:7)

مرزا قادیانی کی اس مضحکہ خیز دلیل سے واضح ہے کہ وہ پچاس جلدیں لکھنے سے عاجز رہا اور ذلت اس کا مقدر بنی۔

مرزا قادیانی نے پہلی شادی غالباً 1856ء میں اپنے حقیقی ماموں کی بیٹی حرمت بی بی سے کی، اس کے بطن سے دو لڑکے سلطان احمد اور فضل احمد پیدا ہوئے، اس کے بعد مرزا نے اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات ختم کر دیئے، مگر طلاق نہیں دی، حرمت بی بی چونکہ مرزا کی آسمانی منکوحہ محمدی بیگم کی قریبی رشتہ دار تھی اور مرزا نے اپنے الہامات کی آڑ میں محمدی بیگم سے بڑھاپے کے عالم میں نکاح کرنا چاہا، لیکن محمدی بیگم کا والد احمد بیگ راضی نہ ہوا، تو مرزا نے محمدی بیگم کے والد کو دباؤ میں لانے کے لئے حرمت بی بی کو 1891ء میں طلاق دے دی، اور اپنے بیٹے فضل احمد سے بھی اس کی بیوی کو طلاق دلوا دی، واضح رہے کہ فضل احمد کی بیوی احمد بیگ کی بھانجی تھی، آفرین ہے مرزا احمد بیگ پر کہ اس نے یہ دونوں صدمے برداشت کر لئے، لیکن مرزا قادیانی کو رشتہ نہ دینے پر ثابت قدم رہا، بہرحال مرزا قادیانی کا گھر اجڑنا، اس کے بیٹے کا گھر اجڑنا، محمدی بیگم سے نکاح نہ ہونا، یہ تین ذلتیں اور ناکامیاں مرزا قادیانی کا مقدر بنیں۔

مرزا قادیانی کے مجموعہ وحی تذکرہ، سیرت المہدی، وغیرہ کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا نے پیش گوئی کی تھی، کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح ہونا تقدیر مبرم ہے اور تقدیر الٰہی ٹل نہیں سکتی، محمدی بیگم کا اگر نکاح مرزا سلطان محمد سے ہو گیا ہے تو کوئی بات نہیں، مرزا سلطان محمد اڑھائی سال کے عرصہ میں مر جائے گا اور محمدی بیگم بہرحال بیوہ ہو کر میری زوجیت میں آئے گی، لیکن ایسا نہ ہو سکا، اس لئے کہ مرزا قادیانی 1908ء میں مرا اور مرزا سلطان محمد 1948ء میں فوت ہوا، محمدی بیگم بوڑھی ہو کر 1966ء میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محمدی بیگم جو کہ مرزا کی آسمانی بیوی تھی، اس سے سلطان محمد صاحب نے نکاح کیا اور مرزا قادیانی منہ دیکھتا رہ گیا۔ محمدی بیگم بیوہ ہو کر مرزا قادیانی لعین کے نکاح میں نہ آئیں۔ اور مرزا قادیانی محمدی بیگم کے وصال کی حسرت لئے مر گیا۔ (قادیانیت کی ناکامیوں کی مختصر روئداد، ص،10و11)

مرزا قادیانی نے 1884ء میں نصرت جہاں بیگم سے شادی کی تھی، تو ان کی قوت مردانہ کسی بیماری کے سبب بالکل ختم ہو چکی تھی، شادی کے بعد سات آٹھ ماہ تک مرزا بیوی کے قریب نہ جا سکا۔ یہ تفصیلات خاصی مزیدار ہیں، اس کا حوالہ الحمدللہ! راقم الحروف کی دریافت ہے، جو کہ احقر کے توجہ دلانے پر بعض حضرات نے اپنی کتابوں میں مکمل طور پر چھاپ دیا ہے، اگر کسی قاری کے پاس ”اصحاب احمد“ کی تیرہویں جلد ہو تو حافظ حامد علی کی روایات کے ضمن میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں:

حضرت مولانا محترم محمد رفیق دلاوری

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اصحاب احمد کا حوالہ نہیں دیا، لیکن انہوں نے اسی مفہوم کی اور کئی روایات (رئیس قادیاں، جلد اول باب 22) میں لکھ دی ہیں۔

مرزا قادیانی نے ایک دفعہ سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے غیر مسلم رؤسا اور مذہبی رہنماؤں کو دعوت دی کہ وہ حق کے طلبگار بن کر قادیان آئیں، اور ایک سال قیام کریں تو وہ میری صحبت میں رہ کر ضرور آسمانی نشان دیکھیں گے اور مشرف باسلام ہو جائیں گے، اگر آپ نے کوئی نشان نہ دیکھا تو میں دوسو روپے ماہوار کے حساب سے جرمانہ ادا کروں گا، آپ آنے سے پہلے مجھے خط لکھ کر اطلاع دیں اور اپنی سچی طلب پر حلف نامہ لکھ دیں جو اخبارات میں شائع کیا جائے گا، اتنا احمق کون ہوتا کہ وہ اپنا کاروبار اور سارے معمولات زندگی چھوڑ کر مرزا کے پاس آ کر رہے، اس لئے مرزا کا مقصد بہر حال پورا ہو جاتا۔ اگر وہ سچا ہوتا تو ایک سال کی شرط نہ لگاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں نے چاند کے دو ٹکڑے کر دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپ نے فوراً ایسا کر دکھایا مہلت نہیں مانگی، بایں ہمہ مرزا کی توقع کے خلاف ہندو پنڈت لیکھرام نے قادیان میں یک سالہ قیام پر آمادگی ظاہر کی تو مرزا نے جان چھڑانے کے لئے متعدد عذر تراشے: اول:- یہ کہ آپ اپنے پانچ مختلف شہروں کے آریہ سماج سے اپنے مذہبی پیشوا ہونے کی سند حاصل کریں۔ دوم:- آپ پہلے یہ ثابت کریں کہ آپ کی حیثیت دوسو روپے ماہوار آمدنی کی ہے۔ سوم:- آپ قادیان آنے سے پہلے چوبیس سو روپے کسی مہاجن کی پاس بطور تاوان انکار اسلام جمع کرا دیں۔ چہارم:- کبھی ثالث کی شرط لگائی۔

آخر پنڈت لیکھرام قادیان آ دھمکا اور مرزا قادیانی سے شرائط کرنے چاہی، لیکن مرزا نے رسید تک نہ دی۔ لیکھرام نے فوری نوعیت کے معجزہ کا مطالبہ کیا مرزا کسی قسم کا کوئی معجزہ دکھانے سے عاجز رہا، مرزا قادیانی نے لیکھرام کے ہاتھوں جو ذلت اٹھائی تھی، اس کا اپنی کتاب ''فریاد درد'' میں تفصیلی ذکر کیا ہے، کتاب کے نام سے ہی مندرجات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، تفصیل کے لئے (رئیس قادیاں، جلد اول باب نمبر 23 تا 25)

پنڈت لیکھرام کی طرح منشی اندرمن مراد آبادی نے بھی قادیان میں یک سالہ قیام کے لئے مرزا قادیانی سے خط و کتابت کی۔ مرزا قادیانی نے اس سے ناقابل عمل قسم کی شرائط طے کیں، اب اس نے کہا آپ ضمانت دیں کہ ایک سال قیام کے دوران کوئی دوسرا ہندو معجزہ دکھانے کا مطالبہ نہ کرے گا۔ معجزہ دکھانے کے بعد منشی صاحب اگر مسلمان نہ ہوں تو جرمانہ ادا کریں گے۔ اس طرح فضول اور ناقابلِ عمل شرائط پیش کر کے مرزا نے جان چھڑائی۔

اسی اثناء میں قادیان کے ہندو امراء کا ایک وفد مرزا قادیانی کے پاس آیا اور اس نے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا۔ مرزا نے کہا ایک سال میں میرا ایک الہام بھی پورا ہو گیا، تو میں سچا، وفد نے کہا ایک سال میں آپ پر جتنے الہام ہوں سب کے سب سچے ثابت کرنے ہوں گے، مرزا نے مطالبہ کے پورا کرنے سے انکار کیا تو وفد نے کسی مقرر تاریخ پر کوئی معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا لیکن مرزا قادیانی اس سے بھی انکاری ہی ہو گیا، تفصیل کے لئے دیکھیں۔ (رئیس قادیاں، جلد اول باب 17، بحوالہ، قادیانیت کی ناکامیوں کی مختصر روداد، ص 12، 13)

(جاری ہے)

تین روزہ ختم نبوت کورس

جامعۃ القرآن الکریم یوسفیہ للبنات کی بنیاد ۲۸ سال قبل شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا نعیم امجد سلیمیؒ نے رکھی تھی، حضرت لدھیانوی شہیدؒ اس مدرسہ کے سرپرست تھے، حضرت لدھیانویؒ کے بعد حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کی سرپرستی جامعہ کو حاصل ہوئی اور اب حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی) جامعہ یوسفیہ کے مہتمم ہیں۔ ۲ تا ۴؍جون ۲۰۲۶ء بروز منگل تا جمعرات صبح ۹ تا ۱۲ ختم نبوت کورس منعقد ہوا۔ جس میں مرکزی مبلغین مفتی محمد راشد مدنی نے ردِّ عیسائیت پر سبق پڑھایا اور مولانا قاضی احسان احمد نے تحفظ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت کے عنوان پر بیان کیا، کراچی کے مبلغین مولانا عبدالحئی مطمئن نے قادیانی شبہات کے جوابات کے عنوان پر درس دیا اور مولانا محمد قاسم نے آیت خاتم النبیین اور حیاتِ مسیح علیہ السلام کے عنوانات پر اسباق پڑھائے اور مولانا محمد رضوان نے ظہورِ امام مہدی، علاماتِ قیامت پر درس دیا۔ جامعہ کے تمام درجات اعدادیہ سے دورۂ حدیث تک کی تقریباً ۲۰۰ طالبات نے شرکت کی۔ آخر میں معروضی سوالات پر مشتمل امتحان ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہم سب کو شفاعت نبوی کا مستحق بنائے، آمین! (مولانا فہیم امجد سلیمی)

گنگا پور جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں

قادیانیوں کا مناظرہ میں اعترافِ شکست

(۱۹۸۰ء کی دہائی میں منعقدہ ایک مناظرہ کی روئیداد)

رپورٹ:... مولانا محمد زمان

گنگا پور چک ۵۹۱ گ ب میں قادیانیوں کے چند گھرانے آباد ہیں، جو وقتاً فوقتاً مسلمانانِ علاقہ کو قادیانیت کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ مبشر احمد قادیانی جو راجپوت فیملی سے تعلق رکھتا ہے، نے اہل علاقہ کو قادیانیت کی دعوت دی۔ مسلمانانِ علاقہ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان سے رابطہ کیا کہ کسی ساتھی کو بھیجا جائے تاکہ مسلمانان علاقہ کے ایمان کا تحفظ ہوسکے۔ چنانچہ مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ نے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ مذکورہ بالا چک میں پہنچ کر اہل اسلام کی نمائندگی کریں۔ چنانچہ مولانا شجاع آبادی ضلعی مبلغ مولانا محمد زمان کی معیت میں گنگا پور تشریف لے آئے۔ مقام مناظرہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ راؤ مبشر قادیانیوں کی طرف سے مناظر ہوں گے، جس سے قبل ازیں دو مرتبہ گفتگو ہوچکی ہے، مولانا شجاع آبادی نے تشریف لاتے ہی راؤ مبشر کو کہا:

تو جنوری ہے تو میں دسمبر ہوں
تو آگے آگے میں پیچھے پیچھے

تو جہاں جائے گا میں تیرا تعاقب جاری رکھوں گا، تو مذکور نے کہا کہ مولانا یوں نہ کہیں کہ: ''میں! تیرا تعاقب جاری رکھوں گا'' بلکہ یوں کہیں کہ میں تیری اصلاح کی کوشش کروں گا۔ مولانا شجاع آبادی نے کہا کہ یہی میرے دل کی آواز ہے۔ اللہ پاک آپ کو اپنی اصلاح کی توفیق دیں۔ آمین۔

مولانا شجاع آبادی نے کہا کہ مارچ اور اپریل میں اوکاڑہ میں ہونے والی گفتگو میں، میں نے مرزا قادیانی کے کذاب ہونے کے دو حوالہ جات پیش کئے تھے کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ تین مقدس شہروں کا ذکر قرآن پاک میں آتا ہے: مکہ، مدینہ اور قادیان۔ (ازالہ اوہام، ص:۴۰، حصہ اول، روحانی خزائن، ج:۳، ص:۱۴۰)

> مرزا قادیانی اپنے دعویٰ مسیحیت میں جھوٹا تھا اور اس میں مسیح ہونے کی کوئی ایک علامت بھی نہیں پائی گئی۔ جب وہ دعویٰ مسیحیت میں جھوٹا ثابت ہوا تو اس کے کسی اور دعویٰ کا اعتبار نہ رہا۔

۱:... مولانا نے فرمایا کہ یہ جھوٹ ہے کہ قادیان کا نام قرآن پاک میں آتا ہے جو جھوٹ بولے وہ اللہ کا نبی نہیں ہوسکتا اور اللہ پاک کا نبی جھوٹ نہیں بول سکتا۔

۲:... شہادت القرآن ص:۴۱ کا حوالہ جس میں مرزا قادیانی نے بخاری شریف کے حوالہ سے لکھا۔ جب امام مہدی تشریف لائیں گے تو آسمان سے آواز آئے گی: ''**ھذا خلیفة اللہ المھدی**'' (روحانی خزائن، ج:۶، ص:۳۳۷)

مولانا نے زور دے کر کہا کہ بخاری شریف میں اگر یہ حدیث دکھلادی جائے تو قادیانیوں کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ مولانا نے کہا کہ: ''نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے، یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔''

۳:... مولانا نے کہا کہ یہ مسلمہ بین الطرفین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں مبعوث فرمائے ہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے تک ان کے تمام آباؤ امہات زنا سے پاک ہوتے ہیں، جبکہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاندان بھی عجب پاکیزہ اور مطہر تھا کہ ان کی تین دادیاں اور تین نانیاں زناکار اور کسبی عورتیں تھیں۔ (انجام آتھم، ص:۷، مندرجہ روحانی خزائن:۱۱، ص:۲۹۱) العیاذ باللہ! اس پر سامعین توبہ توبہ کرا ٹھے۔

راؤ مبشر قادیانی: مرزا صاحب نے یہ عبارت کسی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھی ہے۔

مولانا شجاع آبادی: مرزا قادیانی نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں لکھا، بلکہ اپنی طرف سے لکھا ہے۔ اس پر مولانا نے پورا صفحہ پڑھ دیا کہ سیاق و سباق کو دیکھ لیا جائے یہ مرزا قادیانی کی اپنی تحریر ہے۔

راؤ مبشر قادیانی: یہ الزاماً لکھا ہے۔

مولانا شجاع آبادی: الزاماً بھی اللہ کے کسی نبی کے متعلق ایسی تحریر کفر ہے۔ اس پر مولانا نے کہا کہ ہمارے بزرگوں میں مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے عیسائیوں سے مناظرے کئے۔ ان میں جہاں عیسائیت کا رد کیا۔ وہاں انبیاء کرام کی عظمت و رفعت شان پر بھی کوئی حرف نہ آنے دیا۔ یہ مرزا قادیانی کا خبث باطن ہے کہ وہ یہودیوں کی طرح حضرات انبیاء کرام پر بھڑاس نکالتا ہے۔

مولانا شجاع آبادی نے کہا کہ اس حوالہ میں مرزا قادیانی نے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب پر حملہ کیا ہے وہاں اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس کی تین دادیاں بھی لکھیں، جو نص صریح کے خلاف اور یہودیت کی ہمنوائی ہے۔

راؤ مبشر قادیانی: نے کہا کہ یہ حوالہ نوٹ کرکے دیا جائے تاکہ میں اپنی کتاب میں اس کے سیاق وسباق سمیت اسے چیک کرسکوں۔

مولانا شجاع آبادی: نے کہا کہ اگر یہ عبارت مرزا قادیانی کی اپنی ہو تو لکھیں کہ میں قادیانیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کرلوں گا۔ اس پر مذکور نے ہچکچاہٹ کا اظہار کیا تو سامعین نے بھی اصرار کیا، چنانچہ اس پر تحریر کرلیا گیا۔

۴:... راؤ مبشر قادیانی: ہم مرزا صاحب کو امام مہدی مانتے ہیں۔

مولانا شجاع آبادی: امام مہدی سے متعلق رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی علامات بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام مہدی کا نام محمد ہوگا، جبکہ مرزا کا نام غلام احمد ہے۔

امام مہدی کے والد کا نام عبداللہ ہوگا۔ مرزا قادیانی کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ ہے۔ امام مہدی کی والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ مرزا قادیانی کی ماں کا نام چراغ بی بی عرف گھسیٹی ہے۔ امام مہدی مدینہ طیبہ میں پیدا ہوں گے۔ مرزا قادیانی قادیان مشرقی پنجاب میں پیدا ہوا۔ امام مہدی کے ہاتھ پر مکہ مکرمہ میں بیعت ہوگی۔ مرزا قادیانی کے ہاتھ پر لدھیانہ میں ہوئی۔ امام مہدی مکہ مکرمہ سے دمشق تشریف لے جائیں گے، جبکہ مرزا قادیانی کو مکہ اور دمشق دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

امام مہدی فجر کی امامت کے لئے کھڑے ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ مرزا قادیانی خود ہی امام مہدی اور خود ہی عیسیٰ مسیح ہونے کا مدعی ہے۔

مولانا شجاع آبادی نے کہا کہ مرزا قادیانی میں مہدی ہونے کی ایک بھی علامت نہیں پائی جاتی، لہٰذا مرزا قادیانی دعویٰ مہدویت میں جھوٹا تھا۔

اس پر راؤ مبشر نے کہا کہ مجھے پہلی دفعہ امام مہدی سے متعلق اتنی تفصیلات معلوم ہوئی ہیں، میں اس پر ریسرچ کروں گا۔

راؤ مبشر: مرزا صاحب کا ایک دعویٰ مسیح ہونے کا بھی تھا۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے، احادیث میں جس عیسیٰ مسیح کی آمد کا تذکرہ ہے۔ اس سے مراد مثیل مسیح ہے اور وہ مرزا قادیانی ہیں۔

مولانا شجاع آبادی: جہاں تک حیات و وفات مسیح علیہ السلام کا تعلق ہے، وہ بقول مرزا قادیانی اسلام کی صدہا پیشینگوئیوں میں سے ایک ہے، جس پر اسلام کا کوئی دارومدار نہیں۔ تو قادیانی اس مسئلہ کو کیوں چھیڑتے ہیں؟

۲:... نیز جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ آتا ہے، تو ان کی بہت سی علامات ہیں جو مرزا قادیانی میں ایک بھی نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا مرزا قادیانی کا دعویٰ مسیحیت بھی جھوٹ کا پلندہ ہے۔ مولانا شجاع آبادی نے تفصیلات بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نام عیسیٰ ہے۔ اس کا نام غلام احمد ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام مریم صدیقہ ہے جبکہ مرزا قادیانی کی ماں کا نام چراغ بی بی عرف گھسیٹی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے، جبکہ مرزا قادیانی کا چھ فٹ کا باپ تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ مرزا قادیانی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل کی حیثیت سے زمین پر چالیس سال تک رہیں گے، جبکہ مرزا قادیانی ساری زندگی انگریز کی چاپلوسی اور خوشامد کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ

جامع مسجد دمشق کے مینار کے پاس نازل ہوں گے، اس نے دمشق نہیں دیکھا اور منارۃ المسیح کے نام سے مینار بعد میں بنایا۔

آپ حج وعمرہ کریں گے۔ مرزا قادیانی کو بیت اللہ شریف کی زیارت نصیب نہ ہوئی آپ گنبد خضراء پر حاضری دیں گے اور درود و سلام پڑھیں گے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے درود وسلام کا جواب دیں گے۔ مرزا قادیانی کو مدینہ طیبہ کی ہوا تک نہیں لگی۔ آپ کی وفات پر مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ مرزا قادیانی کی نماز جنازہ مسلمانوں نے نہیں پڑھی۔

آپ (حضرت مسیح علیہ السلام) مقبرہ نبوی میں دفن ہوں گے، جبکہ مرزا قادیانی کو ان میں سے کوئی اعزاز نصیب نہ ہوا، لہٰذا مرزا قادیانی اپنے دعویٰ مسیحیت میں جھوٹا تھا اور اس میں مسیح ہونے کی کوئی ایک علامت بھی نہیں پائی گئی۔ جب وہ دعویٰ مسیحیت میں جھوٹا ثابت ہوا تو اس کے کسی اور دعویٰ کا اعتبار نہ رہا۔

قادیانی مناظر: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا قرآن پاک میں سے دکھلائیں تب مانیں گے۔

مولانا شجاع آبادی: بہت سی چیزیں ایسی ہیں، جن کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود نہیں، تو کیا ان کے وجود کا انکار کر دیا جائے؟ مثلاً قرآن پاک میں گدھے کی حرمت کا تذکرہ نہیں اور ایسے ہی انسانی فضلہ کی حرمت بھی قرآن پاک میں بیان نہیں کی گئی تو کیا قادیانیوں کے نزدیک گدھا اور انسانی فضلہ حلال ہوں گے؟ جب قادیانی مناظر نے بہت اصرار کیا تو مولانا شجاع آبادی نے سورۂ نساء کی آیت پڑھ کر سنائی جس میں بل رفعہ اللہ فرمایا گیا ہے۔ اس آیت کے ابتدا میں یہودیوں کے ملعون ہونے کا ایک سبب ان کا یہ قول قرار دیا گیا کہ ہم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ اللہ پاک نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے (وما قتلوہ وما صلبوہ .... وما قتلوہ یقیناً بل رفعه الله اليه) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا اور نہ ہی صلیب پر لٹکایا، بلکہ اللہ پاک نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔

قادیانی مناظر: بل رفعه الله اليه میں اگر یہ مانا جائے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ کو محدود مان لیا جائے، جبکہ اللہ تعالیٰ غیر محدود اور لامکان ہیں۔

مولانا شجاع آبادی: اللہ پاک کی نسبت آسمان کی طرف کرنا قرآن پاک، احادیث نبویہ اور مرزا قادیانی کی کتب سے ثابت ہے۔ جیسے وقولہٖ تعالیٰ: ”اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه“ میں کلمات طیبہ اور اعمال صالحہ آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں۔ سورۂ ملک میں فرمایا: ”ءامنتم من فی السماء۔ ام آمنتم من فی السماء“ دونوں آیات میں ”مَن فی السماء“ سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔

مرزا قادیانی نے اپنے پیدا ہونے والے بیٹے کے متعلق لکھا: ”کان اللہ نزل من السماء“ گویا اللہ تعالیٰ آسمان سے اتر آیا۔ (حقیقۃ الوحی: ۹۵، ۹۶ روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۹۸، ۹۹)

نیز مرزا قادیانی نے مسلم شریف کے حوالہ سے لکھا کہ مسیح علیہ السلام انجیل کی تعلیم کو ناقص چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے۔ اس دوران چائے کا وقفہ ہوگیا۔ تمام دوست باہر درختوں کے نیچے آ گئے، اتنے میں صاحب خانہ نے کہا (جو کہ خود قادیانی تھا) کہ راؤ مبشر کہتے ہیں کہ مولانا شجاع آبادی کے دلائل وزنی ہیں میں نے حوالہ جات کے نوٹس لے لئے ہیں تحقیق کروں گا، ریسرچ کروں گا، میں نے مولانا کا موبائل نمبر بھی لے لیا ہے۔ ضرورت پڑی تو فون پر رابطہ کروں گا، لہٰذا اب بات نہیں ہو گی۔ مذکور نے کہا کہ مولانا شجاع آبادی مولوی ہیں، میں مولوی نہیں ہوں۔ تو مسلمانان علاقہ نے کہا کہ آپ اپنا کوئی مولوی اور مربی لے آئیں، تو مذکور نے کہا کہ ہمارے مولوی سامنے آنے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ قادیانیوں نے اپنی گفتگو سے اپنی شکست کا اعلان کر کے مجلس برخاست کرنے کا کہا۔ مولانا شجاع آبادی نے کہا کہ پہلے وہ نکلے گا بعد میں ہم جائیں گے۔ چنانچہ کافی دیر کے بعد قادیانی نے نکلنے میں سلامتی سمجھی، اہل علاقہ نے خوشی کا اظہار کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا شکریہ ادا کیا۔ محفل مناظرہ میں ننکانہ صاحب سے حاجی عبدالحمید رحمانیؒ، پیر شوکت علی، افتخار احمد و دیگر احباب خصوصی طور پر شریک ہوئے۔ جبکہ مولانا شجاع آبادی کے معاون ضلعی مبلغ مولانا محمد زمان تھے، مدنی مسجد چک مذکور کے امام سید مقدس و دیگر رفقاء نے مسرت کا اظہار کیا۔ ۞۞

REGD. SS. 160

رعایتی قیمت

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب		مصنف	قیمت
1	محاسبہ قادیانیت۔ مکمل سیٹ 40 جلدیں		متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	16000
2	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ	(5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1500
3	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ		پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	600
4	رئیس قادیان		ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	600
5	آئینہ قادیانیت		حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	300
6	ائمہ تلبیس		ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	600
7	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے		جناب محمد متین خالد صاحب	300
8	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں		حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	300
9	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ	(5 جلدیں) مکمل سیٹ	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1500
10	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)		حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	600
11	تحفہ قادیانیت	(6 جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	1800
12	مجموعہ رسائل (ردقادیانیت)	(2 جلدیں)	رسائل اکابرین	800
13	مجموعہ کتب حیات الانبیاء علیہم السلام	(مکمل سیٹ 17 جلدیں)	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	7500
14	اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ		مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ	300
15	خطبات شاہین ختم نبوت	(2 جلدیں)	مولانا محمد بلال ، مولانا محمد یوسف ماما	800
16	تذکرہ مجاہدینِ ختم نبوت		حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	350
17	قادیانیت کا تعاقب		مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد	300
18	تحریک ختم نبوت	(10 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	4500
19	مقدمہ مرزائیہ بہاولپور مکمل سیٹ	(تین جلدیں)	جسٹس محمد اکبر خان صاحب	1000
20	ختم نبوت کورس		مولانا مفتی مصطفیٰ عزیز صاحب	350
21	مولانا ظفر علی خان اور فتنہ قادیانیت		جناب محمد متین خالد صاحب	400
22	سواطع الالہام		حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	150
23	فتاویٰ ختم نبوت		حضرت مولانا مفتی سعید احمد جلال پوری شہیدؒ	1200
24	قادیانیت (مطالعہ و جائزہ)		حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	300
25	سیدہ فاطمہؓ		ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	300
26	نشانِ منزل		محترمہ خنساء امین صاحبہ	200

نوٹ: ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطۂ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں

ملنے کا پتہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان ...... جامعہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر ضلع چنیوٹ